نعتِ خاتم المرسلین ﷺ

# نعتِ خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

۱۹۸۲ء

مرتبہ

راجا رشید محمود


مقبول اکیڈمی

ادبی مارکیٹ، چوک انارکلی، لاہور

بار اوّل ـــــــــ ۱۹۸۲ء
طابع ـــــــــ ملک مقبول احمد
مطبع ـــــــــ شاہ اینڈ سنز پریس پرنٹرز لاہور
قیمت ـــــــــ اکیس روپے

مقبول اکیڈمی، لاہور

## انتساب

آج کے نعت گوؤں
کے نام

شعار جس کا ثنائے رسولِ اکرمؐ ہو
اُس آدمی کی محبت خدا نصیب کرے

اکثر دلِ مجبور سے آتی ہے اک آواز
جیسے کوئی کہتا ہے کہ "یا احمدِ مختار"

(سیماب اکبرآبادی)

عرفی مشتاب ایں رہِ نعت است، نہ صحرا است
ہشیار کہ رہ بر دمِ تیغ است قلم را

حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات علیہ السلام والصلوٰۃ کی تعریف و ثنا کے متعلق عام طور سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ نعت گوئی بہت مشکل فن ہے اور کوئی راہ اس سے زیادہ دشوار گزار نہیں۔ حضور نورِ مجسم رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس والطہر سے عشق و محبت ایمان کا بنیادی جز ہے مگر محبت و ارادت کے ان جذبات کے اظہار کا یہ میدان بے حد عظیم اور وسیع ہے۔ نعت کے مضامین قرآن و حدیث سے ماخوذ ہونے چاہئیں اور نعت گو کو ان مضامین میں کامل درک کی ضرورت ہے۔ پھر ان مضامین کو اسلوب کی فیرنگی کے ساتھ ادا کرنا ہوتا ہے مگر طرزِ ادا میں وہ آزادی جو غزل میں ہوتی ہے یہاں نہیں برتی جا سکتی۔ حضور رسولِ انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رفعتِ شان کا تقاضا ہے کہ نعت کہنے والا سراپا ادب ہو۔ ذاتِ ممدوح کی عظمت و شوکت کا احساس بھی عناں گیر ہوتا ہے۔ اس بارگاہِ بیکس پناہ کے آداب کا لحاظ بھی ہوتا ہے جہاں اپنی آواز دل کو اونچا کرنے کو الوہی ہدایت ہے۔ احساساتِ عقیدت و ارادت اُمگے

پڑھنا چاہتے ہیں تو انسان کی بے بضاعتی، کم علمی اور بے مایگی سدِّ راہ ہوتی ہے کیونکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و ثنا میں خود خدائے عزوجل رطب اللسان ہے۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

آقا و مولا علیہ التحیۃ والثنا سے بے پناہ محبت جذبات کو زبان دینے پر مائل ہوتی ہے تو شریعت حدود و قیود کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ ایک طرف یہ خیال کہ کوئی ترکیب، کوئی اصطلاح، کوئی تشبیہ، کوئی استعارہ، کوئی لفظ، کوئی حرف مالک و مختارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علوِ مرتبت سے فروتر نہ ہو اور شعر میں محبوبِ مجازی کی تعریف کا عالم پیدا نہ ہو جائے، تو دوسری طرف یہ احساس کہ مزاج کہیں ارادت و عقیدت کے بہاؤ میں افراط کا شکار نہ ہو جائے کیونکہ نعت کی وسعت کی حدیں حمدِ معبودِ حقیقی سے ملتی ہیں۔ الوہیت کی حدیں مقامِ رسالت سے قریب تر ہیں۔ انسان بھٹک کر ادھر نہ جا پہنچے، تخیل میں ذرا سی لغزش نعت کے بجائے حمد کی سرحد پر نہ پہنچا دے۔ شاعر کا علوِ فکر مدحتِ مصطفیٰ میں مضامین کو اسلوب کی نیرنگی کے ساتھ ادا کرنے کی کوشش میں، طرزِ ادا کی اس آزادی کی معیت میں اونچی پرواز کرنا چاہتا ہے، جو غزل میں برتی جاتی ہے لیکن اسلام کسی غیر ذمہ دارانہ اڑان کی اجازت نہیں دیتا۔ ایسا ہو تو قرآن، شاعروں کے باب میں "یتبعون الغاوٗن" کہتا ہے اور "فی کل وادٍ یہیمون" کی وضاحت



سامنے آتی ہے لیکن اگر شاعر شعری اور شرعی تقاضوں کو پورا کرے تو سرکار اس کے لیے "اللھم ایدہ بروح القدس" کی دعائیں کرتے ہیں۔ چنانچہ زورِ قلم اور جولانیٔ طبع کے راستے میں بڑے خطرات ہیں۔ ذرا سا افراط و تفریط کا شکار ہو گئے اور تخیل راہ سے بھٹکی تو زندگی بھر کے اعمال حبط ہو سکتے ہیں اور قلب و روح کو عشقِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی آب دے کر اس وادی میں قدم رکھا تو کعب ابن زہیرؓ کی طرح معافی کے بعد انعامات سے نوازا جاتا ہے اور بوصیریؒ کی مانند خواب میں چادرِ رحمت پا کر صحت ملتی ہے۔ یعنی نعت گو کے لیے ضروری ہے کہ معبود اور محبوب کے نازک فرق کو بھی پیشِ نظر رکھے اور "عبد" اور "عبدہٗ" میں بُعد کو بھی نگاہ سے اوجھل نہ ہونے دے۔

عبد دیگر، عبدہٗ چیزے دگر
ما سراپا انتظار، او منتظر

چنانچہ علمِ دین سے بیگانہ شخص کے لیے نعت گوئی واقعی بے حد مشکل کام ہے۔ جس شخص کو الوہیت کی حدوں، رسالت کی عظمت اور اپنی کم مائیگی کا شدید احساس نہ ہو اور خدا و رسولِ خدا (جل جلالہٗ و صلی اللہ علیہ وسلم) کے احکام اس کے دل و دماغ پر مرتسم نہ ہوں، اس کے لیے اس راہ سے بخیریت گزرنا بہت ہی مشکل ہو جاتا ہے۔

یعنی نعت کی پہلی شرط یہ ہے کہ نعت گو کا قلب عشقِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے معمور ہو، فصاحت و بلاغت اور دیگر شعری لوازم بعد کی بات ہیں۔ اگر کوئی شاعر عشقِ رسولؐ کی دولت سے بہرہ ور ہے تو ظاہر ہے کہ

یہ عشق افراط و تفریط کا شکار ہونے ہی نہیں دیتا۔ اس طرح نعت کی مشکل ترین صنف ان کے لیے سب سے آسان ہو جاتی ہے۔

نعت گوئی صنفِ سخن نہیں ہے۔ شاعری کی مختلف ہیئتوں میں سے کسی میں بھی نعت کہی جاسکتی ہے اور سب میں کہی گئی ہے۔ یہ موضوع ہے۔ ایک ایسا موضوع جس پر اپنے جذبات ظاہر کر کے آپ خالقِ کونین جل و علا کی سُنّت پر عمل کرتے ہیں۔

خداوند قدوس و کریم نے اپنے محبوب پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اُمّ الکتاب میں یا کچھ فرمایا ہے، اس نقطۂ نظر سے سورۂ آلِ عمران کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کتاب و حکمت سکھانے اور لوگوں کو پاک فرمانے والے رسُولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بعثت کو اہلِ ایمان پر اپنا احسان گردانتا ہے۔

غالب نے کہا تھا ؎

ہر کس قسم بدانچہ عزیز است، می خورد
سوگند کردگار بجانِ محمدؐ است

مگر اللہ کریم نے صرف سورۂ حجر میں، "لعمرک"، کہہ کر محبوب کی جان کی قسم پر اکتفا نہیں کیا، اسے حضورؐ کی ہر چیز پیاری ہے چنانچہ اس نے سورۂ بلد میں اس شہر کی بھی قسم کھائی ہے جس میں اس کے محبوب تشریف فرما ہیں۔ پھر اس نے حضورؐ کے باپ (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کی اور ساتھ ہی حضرت ابراہیم کی اولاد (یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کی قسم کھائی۔ سبحان اللہ! کیا انداز



ہے۔ ہر پھر کر بات اس کے محبوب تک آتی ہے۔ سورۂ نسا کو دیکھیے، اللہ جل شانہٗ کو اپنی قسم کھانی ہو تو بھی اپنے محبوب کے رب کی قسم کھاتا ہے۔ کسی نے محبت کے یہ انداز کہیں اور دیکھے ہیں؟

سورۃ الفتح میں حضورؐ کی صفات بیان فرما کر اللہ اور اس کے رسُول پر ایمان لانے اور حضورؐ کی تعظیم و توقیر کرنے کا سبق ہے۔ سورۃ الحجرات میں اپنی آوازوں کو آقا کی آواز سے اونچی نہ کرنے کی ہدایت ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسُول سے آگے بڑھنے کا جُرم ہے۔ سورۂ نور میں بھی کہا گیا کہ جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کو پکارتے ہو، اس طرح حضورؐ کو پکارنے کی جرأت نہ کرنا۔ سورۂ بقرہ میں تو یہاں تک ہے کہ کوئی ایسا لفظ جس کو بگاڑ کر اس کے ایسے معنی نکالے جاسکتے ہوں جو حضورؐ کے مرتبے اور شان کے منافی ہوں یا اس سے فروتر ہوں، اس لفظ کو ادا کرنے سے حکماً روک دیا گیا ہے۔

آلِ عمران میں ہے کہ جو شخص اللہ سے محبت کرنے کا دعویدار ہو، وہ پہلے حضورؐ کا فرمانبردار ہو، ان کی اتباع کرے۔ اگر ایسا ہو گیا تو اس کی محبت کی قبولیت یوں ہوگی کہ خدا اس کو دوست بنالے گا اور اس کے گناہ بخش دے گا۔ سورۂ توبہ میں ہے کہ اللہ و رسُول کے دیے پر راضی ہونا ہی اچھا ہے۔

خدا تعالیٰ خود رؤف و رحیم ہے، اس نے سورۂ توبہ میں حضورؐ کو بھی مومنوں کے لیے رؤف رحیم کہا ہے۔ سورۂ انفال میں کہہ دیا ہے کہ جب تک حضورؐ مسلمانوں میں موجود ہیں، اللہ انہیں عذاب نہیں دے گا۔ خالق خود ربّ العالمین ہے، اس نے اپنے محبوب کو رحمۃ للعالمین کہا ہے (سورۂ انبیا)۔ حضورِ پُرنور

کے خلق کو خدا نے عظیم فرمایا ہے، حضورؐ کے ذکر کو بلند کرنے کا اعلان کیا ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورہ نساء میں فرمایا ہے کہ حق کا راستہ واضح ہو جانے کے بعد مسلمانوں کی راہ سے جدا چلنے والا وہ ہے جو رسولؐ کا مخالف ہے، ان کے خلاف چلتا ہے، بارگاہِ مصطفیٰ کا راندہ ہوا ہے اور خدا اسے دوزخ میں داخل کرے گا۔ خدا نے اپنے خلاف ژاژ خائی کرنے والوں کو کبھی کچھ نہیں کہا لیکن اس کے حبیبِ پاک کی جس شخص نے توہین کی، اللہ نے اس کے خلاف کہا بھی اور کیا بھی۔ اس نے اپنے محبوب کے مخالفوں کو کہیں ہاتھ ٹوٹنے کے کوسنے دیے ہیں اور کہیں ان کے "بعد ذالک زنیم" ہونے کا اعلان کیا ہے (سورہ القلم)

سب سے پہلے اللہ کریم نے اپنے محبوب کی تعریف کی۔ مخلوق میں سب سے پہلی باقاعدہ نعت ابوطالب نے کہی، نعت کا لفظ سب سے پہلے حضرت علیؓ نے استعمال کیا، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت حمزہؓ، حضرت ضرار بن ازورؓ، حضرت زیدؓ، سیدہ عائشہ صدیقہؓ، سیدہ فاطمہ الزہراؓ اور دیگر کئی صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) سے نعتیہ اشعار منقول ہیں مگر شاعرِ دربارِ رسولؐ حضرت حسان بن ثابتؓ، حضرت کعب ابن زہیرؓ، (خاص طور سے قصیدہ بانت سعاد) حضرت کعب بن مالکؓ اور عبداللہ بن رواحہؓ کی نعتیں مشہور ہیں۔ اصحابِ رسولؐ تو اپنے آقا کے دلدادہ و شیدا اور جان نثار تھے۔ ان میں سے جسے بھی فنِ شعر سے شغف تھا اس نے نعت کہی۔ غیر صحابی عرب شعرا میں امام شرف الدین محمد بن سعید بوصیری



علیہ الرحمہ کا نام نعت گو کی حیثیت سے مقبولِ عام ہے۔ ان کا قصیدہ بردہ سوز و گداز کی کیفیتوں سے مرصع ہے اور دنیا بھر میں عقیدت سے پڑھا جاتا ہے۔

اہلِ عرب تو سرکار کے فیوض سے سب سے پہلے مستفید ہوتے تھے، وہ تو سرکار کے ثنا خواں تھے ہی، اہلِ ایران کے اسلام کی برکات سے متمتع ہونے کے بعد اس صنف نے بڑا فروغ حاصل کیا۔ فارسی کا کوئی شاعر ایسا نہیں جس نے نعت نہ کہی ہو، قدسی اور جامی نے خاص طور پر اس سلسلے میں بہت شہرت پائی۔ رومی، سعدی، حافظ، سنائی، نظامی، عطار، عراقی، خاقانی، عرفی، انوری، صائب، فیضی اور بہت سے دوسرے فارسی شعرا کی اعلیٰ پائے کی نعتیں ملتی ہیں۔

صحابہ کرام کے بعد بڑے بڑے اولیا، صوفیا اور علما نے خداوند کریم کی سنت پر عمل کیا اور نعت کہی، امام ابوحنیفہ، حضرت غوث اعظم، خواجہ معین الدین چشتی، ابنِ عربی، بو علی قلندر پانی پتی، امیر خسرو، خواجہ گیسو دراز، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مظہر جانِ جاناں، علامہ فضل حق خیرآبادی، کفایت علی کافی، مولانا احمد رضا بریلوی اور مولانا حسن رضا بریلوی (رحمہم اللہ تعالیٰ) نے عربی، فارسی اور اردو میں سرکارِ ابد قرار کی بارگاہ میں ہدیۂ عقیدت وارادت پیش کیا۔

اردو نعت گوؤں میں کرامت علی شہیدی اور غلام امام شہید نے نعت گوئی کا معیار بلند کیا۔ شہیدی نے زندگی بھر میں چند نعتیں کہیں لیکن نعت گوئی کی تاریخ سے اس شعر کے خالق کو نکال دیں تو تذکرہ مکمل نہیں

ہو سکتا ہے

تمنا ہے، درختوں پر ترے روضے کے جا بیٹھے
قفس جس وقت ٹوٹے طائرِ روحِ مقید کا

(اس عاشقِ رسول ؐ کے دل سے نکلی ہوئی یہ آواز ۱۲۷۵ھ میں پوری ہو گئی)

جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے عظیم رہنما علامہ فضل حق خیرآبادی کی عربی نعتیں اور اس جنگ کے جانباز شہید کفایت علی کافی کے علاوہ بہادر شاہ ظفر کی اردو نعتیں خوب ہیں لیکن اردو نعت گوئی کی تمام تر ترقی جنگِ آزادی کے بعد ہوئی۔ آزادی کے حصول میں ناکامی کے بعد مسلمانوں پر جو مظالم توڑے گئے اور جس طرح ان پر ہر ستم روا رکھا گیا، ظاہر ہے کہ ایسے میں انھیں رؤف و رحیم شخصیت کے دامن ہی میں پناہ مل سکتی تھی۔ انھوں نے حضورؐ کے دربار میں اپنی حالتِ زار بیان کی۔ نمائندہ نعت گو شاعر اسی دور کے ہیں۔ محسن کاکوروی، امیر مینائی، رضا بریلوی اور حسن بریلوی اس زمانے کے مقبول ترین نعت گو ہیں۔

نئے ادب کی طرح نعت کا نیا دور بھی حالی سے شروع ہوتا ہے۔ اس دور میں اپنے آپ کو حضورؐ کے حوالے سے دیکھنا شروع ہوا کہ ہم بحیثیت قوم کہاں کھڑے ہیں اور حضورؐ کی سیرت کی پیروی کر کے کس مقام ارفع پر فائز ہو سکتے ہیں۔ علامہ اقبال کی نعتیہ شاعری نعت گوئی کی اعلیٰ مثال ہے جس کے اثرات بعد میں بہت کم نظر آتے کیونکہ اس کا اتباع



کسی سے نہ ہو سکا۔ ظفر علی خاں کا رنگ عوامی بھی ہے اور خاص بھی ہے۔ سنبھلے ہوئے لہجے اور خاص رکھ رکھاؤ سے کہی ہوئی نعت موجودہ نعت کا سرنامہ بن گئی۔

قدیم شعرا کا یہ دستور رہا کہ ہر منظوم کتاب میں حمد کے بعد نعت لکھتے تھے۔ یہ طریقہ کم و بیش بیسویں صدی کے اوائل تک رہا۔ اس کے بعد کچھ شعرا نے حمد اور نعت کو بالکل ترک کر دیا اور کچھ نے مستقلاً نعت کو موضوعِ سخن بنا لیا۔ سرورِ کائنات علیہ السلام والصلوٰۃ کے اوصافِ حمیدہ، دوسرے پیغمبروں پر آپ کی فضیلت، اپنے گناہوں پر احساسِ ندامت، سرکار سے شفاعت طلبی، غموں کے مداوا کے لیے ان سے فریاد، زیارتِ روضہ پاک کی خواہش کا اظہار، خواب میں دیدار کی تمنا، یہ مضامین ہمیشہ سے نعت کا خاص موضوع رہے ہیں۔ پہلے عموماً نعتوں میں الفاظ پر زور دیا جاتا تھا، جدید استعارے پیدا کیے جاتے اور صنعتوں کے استعمال پر زیادہ توجہ دی جاتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سراپا کی تعریف و توصیف کی جاتی اور معجزات اور شمائل و فضائل نظم کیے جاتے تھے۔

نعت کا تعلق خدائے ذوالجلال سے ہے، خالقِ حقیقی خود رسولِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر درود بھیجتا ہے (سورہ الاحزاب) یہ بات اس کے دوام پر دال ہے یعنی نعت ازل سے ہے اور ابد تک رہے گی۔ پھر جب سے حضورؐ کی بعثت ہوئی ہے، نعت ہو رہی ہے اور جب تک انھیں ماننے والا کوئی ایک فرد بھی موجود ہے، وہ نعت کہتا رہے گا کہ مومن کو حضورؐ پر

درود و سلام کی ڈالیاں پیش کرنے کا خدائی حکم ہے لیکن جس دور میں امتِ مسلمہ کے سکون کو ادبار و نکبت کی آندھیوں نے متزلزل کرنے کی کوشش کی ہے، جو عہدِ اسلامیوں کے لیے اجتماعی کس مپرسی کی خبر لایا ہے اور جب چاروں طرف سے مسلمانوں پر کفر و الحاد کی ظلمتوں نے یورش کی ہے، اس وقت ان کو حضورؐ کی یاد زیادہ آئی ہے۔ خدا تعالیٰ نے فرما ہی دیا ہے کہ جب لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھیں وہ اپنے آقا کے حضور حاضر ہوں، پھر اللہ سے معافی مانگیں، پھر حضور ان کی شفاعت کریں۔ یہ مراحل طے ہو گئے تو اللہ ضرور توبہ قبول فرمائے گا اور مہربانی کرے گا۔ مطلب یہ ہوا کہ غلطی انفرادی ہو یا اجتماعی، اس کے مضرات و نتائج سے بچنے اور مصائب و مشکلات سے محفوظ رہنے کا ایک ہی طریقہ خدا نے بتایا کہ پہلے آقا کی حضوری کی منازل طے کی جائیں، پھر اللہ سے معافی مانگیں اور سرکار بھی ایسا چاہیں تو اللہ اپنے رحیم اور تواب ہونے کی صفات کو ظاہر فرمائے گا۔

چنانچہ شاعر جو دیدۂ بینائے قوم ہوتے ہیں، ملتِ اسلامیہ پر چھائے ہوئے ادبار و مصائب کے بادلوں سے نجات کے لیے پہلے بھی آقا حضورؐ ہی کی بارگاہ میں روتے تھے اور اب بھی جبکہ دنیا کے تمام حصوں میں کفر و شرک کی تمام طاقتیں مسلمانوں کے خلاف نبرد آزما ہیں، مختلف خطہ ہائے ارض میں مسلمانوں کی اجتماعی حیثیت کو نشانہ بنایا جا رہا ہے، شاعر ملت کے دکھوں کو لے کر سرکار کے دربارِ ابد قرار میں پیش ہوتے ہیں اور جانتے



ہیں کہ مشکلات سے نجات پانے کا یہی واحد ذریعہ ہے۔

آج کا دور نعت کا دور ہے۔ ہر شاعر آقا حضورؐ کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتا ہے، سرکار کی بارگاہِ بیکس پناہ میں انفرادی اور اجتماعی استغاثہ پیش کر رہا ہے۔ بڑے بڑے غزل گو اور غزل پسند شعرا نئے اسلوب میں اور جدید تشبیہات و استعارات کے ساتھ نعت کہہ رہے ہیں، اس طرح نعت کا کینوس بہت وسیع ہو گیا ہے۔ مختلف شعرا کے بیسیوں مجموعہ ہائے نعت سامنے آ گئے ہیں۔ نعت کے بہت سے انتخاب شائع ہوتے ہیں۔ انہی میں "نعت خاتم المرسلین" بھی ہے۔ میرا پہلا انتخابِ نعت "مدحِ رسولؐ" ۱۹۷۳ء میں پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ نے شائع کیا تھا۔

شعر کے انتخاب کا مسئلہ بڑا ٹیڑھا ہوتا ہے، آدمی کی ذاتی پسند و ناپسند ہی معیار ٹھہرتی ہے لیکن اہلِ نظر محسوس کریں گے کہ "نعت خاتم المرسلین" میں جہاں آج کے دور کے نعت گوؤں کی نمائندگی ہے وہاں اس میں نعت کے پھیلتے ہوئے کینوس کے مطابق ایسی نعتیں ہیں جن میں نعت کے لیے ضروری رکھ رکھاؤ اور التزام کا اہتمام موجود ہے۔

خدا تعالیٰ اس ہدیے کو بارگاہِ مصطفیٰ (علیہا التحیۃ والثنا) میں مقبولیت کے قابل بنائے اور اس انتخاب کے ناشر کو جزائے خیر دے جن کے ایما، بلکہ اصرار سے یہ منصوبہ تکمیل پذیر ہوا۔

راجا رشید محمود، ایم۔ اے
اظہر منزل، نیو شالامار کالونی
ملتان روڈ، لاہور

## دل میرا غمِ ہجرِ مدینہ میں مگن ہے
## اللہ کرے سب پہ ہو یہ لذتِ غمِ عام



رسولِ پاک نے چمکا دیا یوں آئینہ سیرت کا
نظر آہی گیا اہلِ نظر کو رُخ مشیت کا

ہمیں کیا خوف ہو مہرِ قیامت کی تمازت کا
سہارا چاہیے بس سایۂ دامانِ رحمت کا

سوائے مصطفیٰ تائیدِ حق سے دونوں عالم میں
نہیں ہے بانٹنے والا کوئی قدرت کی نعمت کا

خدا کا پیار خود ہو دیکھنے کو عرش پر جس کو
لگائے تو ذرا اندازہ کوئی اُس کی عظمت کا

مدینہ جلوہ فرما ہے ابھی بزمِ تصور میں
سنائے اس گھڑی قصہ نہ کوئی مجھ کو جنت کا

جبینِ شوق بے حد کو ذرا تلووں سے مس کرا کر
شہِ عالم! ستارہ جگمگا دو میری قسمت کا

مقلد ہوں امام احمد رضا کا نعت گوئی میں
کہ ہے یہ نام ضامن میرے شعروں کی طہارت کا

---

آرزو اشرفی گیاوی (بھارت)

ان کا خیال ہے مری دنیا کہیں جسے
ان کا جمال ہے مرا کعبہ کہیں جسے

ان کے بغیر کون ہے اس کائنات میں
مجھ سے فقیر، مالک و مولا کہیں جسے

در ہے اُنہی کا جس کو سمجھئے خدا کا در
ان کی گلی ہے عرشِ معلیٰ کہیں جسے

پیش از طلب ہی دیتے ہیں بیش از طلب حضور
کیا آئے لب پہ حرفِ تمنا کہیں جسے

آئے نسیمِ طیبہ کہ کھل جائے ہر کلی
دل ہو کہ باغِ خلد کا نقشہ کہیں جسے

کون و مکاں میں کون ہے میرے کریم سا
ہاں وہ کریم مظہرِ یکتا کہیں جسے

آسی کو کیا کشاکشِ موت و حیات سے
آقا ہے اپنا جانِ مسیحا کہیں جسے

پروفیسر محمد حسین آسی



نسیمِ صبح اب آنے لگی مدینے سے
دل و نگاہ، سماعت ذرا قرینے سے

تمہاری فہم و فراست پہ جب نگاہ گئی
شعور و فکر کو آنے لگے پسینے سے

وہی تو اشک ہیں یہ جن کا شور تھا دل میں
سرِ مژہ جو دکھائی دیے نگینے سے

مرے خضر، مرے آقا! بس اک نگاہِ کرم
الجھنے پائے نہ طوفاں مرے سفینے سے

غرور و کبر تو پتھر ہیں راہ کے آغاز
فلک پہ جائیں گے سب عاجزی کے زینے سے

آغاز برنی

بہارِ گلفشاں آئی بہارِ زرنگار آئی
وجودِ مصطفیٰؐ میں رحمتِ پروردگار آئی

فضائیں جگمگا اٹھیں، زمین و آسماں جھومے
ملائک کے ترانے چھڑ گئے کون و مکاں جھومے

گریزاں ہو گئیں تاریکیاں شب ہائے باطل کی
کٹھیں، گھٹ کر سمٹیں طغیانیاں دریائے باطل کی

شبِ وہم و گماں آخر ہوئی، صبحِ یقیں آئی
تعالیٰ اللہ، ذاتِ رحمۃ للعالمینؐ آئی

وہ پژمردہ شگوفوں کو سحابِ زندگی آیا
وہ افسردہ دلوں کو جامِ آبِ زندگی آیا

حبیبِ خلق و محبوبِ خدا کے دو جہاں آیا
بشیرِ خیر الوریٰ آیا، شفیعِ عاصیاں آیا

ز مشرق تا بہ مغرب سیلِ رنگ و نور کا عالم
درخشاں ذرّے ذرّے میں چراغِ طور کا عالم

آثر صہبائی



اوجِ دنا کلاہِ رسولؐ کریم ہے
کیا تاجِ عزّ و جاہِ رسولؐ کریم ہے

کہتے ہیں جس کو رحمتِ حق لطفِ کردگار
یک جنبشِ نگاہِ رسولؐ کریم ہے

دو ٹکڑے چاند ہو گیا، سورج پلٹ پڑا
تا چرخ دستگاہِ رسولؐ کریم ہے

خلقِ عظیم، جس کو کہا کردگار نے
وہ پاک رسم و راہِ رسولؐ کریم ہے

گر ہے تلاشِ منزلِ قربِ خدا تجھے
اے راہ رو! وہ راہِ رسولؐ کریم ہے

اے طائرِ خیال مدینہ، ادب ادب
ہاں ہاں! یہ بارگاہِ رسولؐ کریم ہے

اختر ہمارے حال سے کب بے خبر ہیں وہ
اک اک پہ جب نگاہِ رسولؐ کریم ہے

علامہ اختر الحامدی

یہ حسنِ نوازش، یہ اوجِ سعادت
یہ دل اور مجالِ سلامِ عقیدت

یہ سر اور دہلیزِ سرکارِ عالم
یہ جاں اور جمالِ حریمِ محبت

اِدھر چشم پُرآب آئینہ ساماں
اُدھر ناز فرما ہے طغیانِ رحمت

تری یاد دل کو متاعِ گرامی
ترا نام لب پر کمالِ عبادت

دلوں کو ہے کافی شہِ دین و دنیا
تری اک نگاہِ کرم کی معیت

شہِ دین و دُنیا، نگاہِ ترحم
نگاہِ ترحم! سپہرِ نبوت

یہ نازِ نوازش یہ شانِ عنایت
عطا ہو پھر اذنِ سلامِ عقیدت

ادا جعفری



ملے ہیں نقشِ کفِ پا جہاں جہاں اب تک
ہزار بار جھکی ہے جبیں وہاں اب تک

وہ ایک سجدہ، گزارا جو میں نے طیبہ میں
تمام عمر کے سجدوں پہ ہے گراں اب تک

جو ایک بار نکالی گئی ہے طیبہ سے
پلٹ کے پھر نہ گئی ہے وہاں خزاں اب تک

کہاں یہ وسعتِ گردوں، کہاں وہ تیرا کرم
خجل ہے تنگیٔ داماں سے آسماں اب تک

تمہیں پکار رہے ہیں پکارنے والے
ازل سے روح و بدن کا رواں رواں اب تک

ترے حضور، ترے روبرو، تری مدحت
تری رہی ہے سنانے کو یہ زباں اب تک

پھر ایک بار تو گزرو یہاں سے رب کے حبیب
لگا رہی ہے صدائیں یہ کہکشاں اب تک

ادیب رائے پوری

عطر افشاں ہے بساطِ گل و لالہ تجھ سے
بزمِ کونین میں تجھ سے ہے اجالا، تجھ سے

وجہِ رحمت ہے دعاؤں میں وسیلہ تیرا
تہ و بالا ہے گناہوں کا ہمالہ تجھ سے

مرحبا محفلِ توحید میں تیرا یہ مقام
حق نے پڑھوایا ہے خود اپنا مقالہ تجھ سے

راہِ فردوس کے ذرّے ہی نہیں نورِ طلب
چاند سورج نے بھی مانگا ہے اجالا تجھ سے

کشتِ اعمال میں اُگتے ہیں سحر کے پودے
شامِ تقصیر کا ہوتا ہے ازالہ تجھ سے

تجھ کو زیبا ہے درِ خلد کشائی تجھ کو
تجھ سے کھلتا ہے درِ جنت کا تالا تجھ سے

جب سرِ عرش گئے آپ تو آئی آواز!
اب کسی چرخ کی رفعت نہیں بالا تجھ سے

ارقم حسانی



رضا خدا کی، حقیقت میں ہے رضائے رسولؐ
نشانِ منزلِ وحدت ہے نقشِ پائے رسولؐ

تمام خلق جھکے پیشِ خالقِ اکبر
نہیں ہے اس کے سوا کوئی مدعائے رسولؐ

نماز توڑ کے واجب ہے حاضری دینا
نماز میں بھی کسی کو اگر بلائے رسولؐ

یہ صاف صاف اشارہ ہے "من رآنی" کا
لقائے خالقِ کونین ہے لقائے رسولؐ

میں اس کو تاجِ شہنشاہیِ جہاں سمجھوں
جو سر پہ رکھنے کو مل جائے نقشِ پائے رسولؐ

بہت ہی سخت شفاعت کا مرحلہ ہوگا
نہ کام آئے گا کوئی وہاں سوائے رسولؐ

خدا کا شکر ہے اسعدؔ کہ باوجودِ گناہ
مری نجات کی ضامن ہوئی ولائے رسولؐ

اسعد مبارکپوری (بھارت)

مجھ خطا کار سا انسان مدینے میں رہے
بن کے سرکار کا مہمان مدینے میں رہے

یاد آتی ہے مجھے اہلِ مدینہ کی یہ بات
زندہ رہنا ہو تو سرکار مدینے میں رہے

اللہ اللہ سرافرازیِ صحرائے حجاز
ساری مخلوق کا سلطان مدینے میں رہے

ان کی شفقت غمِ کونین بھلا دیتی ہے
جتنے دن آپ کا مہمان مدینے میں رہے

دور رہ کر بھی اٹھاتا ہوں حضوری کے مزے
میں یہاں اور مری جان مدینے میں رہے

یوں ادا کرتے ہیں عشاقِ محبت کی نماز
سجدہ کعبے میں ہو اور دھیان مدینے میں رہے

چھوڑ آیا ہوں دل و جان یہ کہہ کر اعظم
آ رہا ہوں، مرا سامان مدینے میں رہے

محمد اعظم چشتی



حضورؐ کو دے کے دلربائی
کرے نہ کیوں ناز کبریائی

پہنچ کے دربارِ مصطفیٰؐ میں
پیمبری پر بہار آئی

خدا نے عرشِ بریں پہ ان کو
بلا کے شامِ ولا سنائی

زمیں پہ بھی آپ کا اجارہ
فلک پہ بھی آپ کی رسائی

جناب کی ذات میں ہمیشہ
رحیم کی شان لہلہائی

خدا کے بندے تھے آپ لیکن
دلوں پہ کرتے رہے خدائی

زہے نصیبِ آمنہؓ کے افضل
کہ جس نے میٹھی مراد پائی

شیر افضل جعفری

نگاہِ عاشق کی دیکھ لیتی ہے پردۂ میم کو اٹھا کر
وہ بزمِ یثرب میں آکے بیٹھیں ہزار منہ کو چھپا چھپا کر

جو تیرے کوچے کے ساکنوں کا فضائے جنت میں دل نہ بہلا
تسلیاں دے رہی ہیں حوریں خوشامدوں سے منا منا کر

بہارِ جنت نے کھینچا تھا ہمیں مدینے سے آج رضواں
ہزار مشکل سے اس کو ٹالا بڑے بہانے بنا بنا کر

لحد میں سوتے ہیں تیرے شیدا تو حورِ جنت کو اس میں کیا ہے
کہ شورِ محشر کو بھیجتی ہے خبر نہیں کیا سکھا سکھا کر

رکی ہوئی کام آہی جاتی ہے جنسِ عصیاں عجیب شے ہے
کوئی اسے پوچھتا پھرے ہے درِ شفاعت دکھا دکھا کر

ہنسی بھی کچھ کچھ نکل رہی تھی مجھے بھی محشر میں تاکتی تھی
کہیں شفاعت نہ لے گئی ہو مری کتابِ عمل اٹھا کر

خیالِ راہِ عدم سے اقبال تیرے در پر ہوا ہے حاضر
بغل میں زادِ سفر نہیں ہے، صدا مری نعت کا عصا کر

حکیم الامت علامہ اقبال



ولا! مشکل ہے گرچہ حمدِ ربِ دوسرا کہنا
ہے مشکل تر مگر نعتِ حبیبِ کبریا کہنا

وجودِ پاک احمدؐ ہے خدا کے نور کا مظہر
بجا ہے آپ کو مفتاحِ "کنزاً" مخفیا کہنا

شبِ اسریٰ بلایا آپ کو عرشِ معلیٰ پر
ہے وجہ اور دلالت اس پہ لولاک لما کہنا

ابد تک کے لیے تنبیہ ناطق ہے مخالف کو
خدا کا بولہب کے واسطے تبت یدا کہنا

سماعت کو اگر اسمِ مبارک آپ کا پہنچے
بامر اللہ زباں پر فرض ہے "صلِ علیٰ" کہنا

نہ میں رومی، نہ میں سعدی، نہ میں خسرو، نہ میں جامی
محمدؐ کے گدا کو تم محمدؐ کا گدا کہنا

انہی کا فیض ہے اقبال ورنہ کب یہ تھا ممکن
مرا کم مایگی یک دو حدیثِ آشنا کہنا

اقبال صلاح الدین

ذہنِ گیتی، قلبِ گیتی میں نبیؐ کی روشنی
ہر طرف پھیلی ہے طیبہ کی گلی کی روشنی

میم کی لو سے چراغِ حمد روشن ہوگیا
مرحبا، صد مرحبا حرفِ جلی کی روشنی

مالک و مختارِ کل کی ملکیت اک بوریا
ہے یہ پیغامِ عمل بھی زندگی کی روشنی

جگمگاتی صحنِ دل میں مسکراہٹ کی کرن
جس نے بخشی پتھروں کو دلبری کی روشنی

کیوں نہ ہو ممنون انساں آپ کے قرآن کا
دے گیا جو آدمی کو رہبری کی روشنی

جنبشِ لب نے بڑا چھوٹا برابر کردیا
کمتر و برتر کو دے کر ہمسری کی روشنی

یہ تو بس نعتِ نبیؐ کے فیض کا اقبال ہے
مل گئی سب کو مقدس شاعری کی روشنی

ڈاکٹر اقبال سرہندی



ذرا چہرے سے پردہ کو اٹھاؤ یا رسول اللہ
مجھے دیدار ٹک اپنا دکھاؤ یا رسول اللہ

کرو روئے منور سے مری آنکھوں کو نورانی
مجھے فرقت کی ظلمت سے بچاؤ یا رسول اللہ

خدا عاشق تمہارا اور ہو محبوب تم اس کے
ہے ایسا مرتبہ کس کا بتاؤ یا رسول اللہ

مجھے بھی یاد رکھیو، ہوں تمہارا اُمتی عاصی
گنہگاروں کو جب تم بخشواؤ یا رسول اللہ

کرم فرماؤ ہم پر اور کرو حق سے شفاعت تم
ہمارے جرم و عصیاں پر نہ جاؤ یا رسول اللہ

جہازِ اُمت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں
بس اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ

پھنسا کر اپنے دامِ عشق میں امداد عاجز کو
بس اب قیدِ دو عالم سے چھڑاؤ یا رسول اللہ

حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ

کیا خبر کیا سزا مجھ کو ملتی، میرے آقا نے عزت بچالی
فردِ عصیاں مری مجھ سے لے کر کالی کملی میں اپنی چھپا لی

وہ عطا پر عطا کرنے والے اور ہم بھی نہیں ٹلنے والے
جیسی ڈیوڑھی ہے ویسے بھکاری جیسا داتا ہے ویسے سوالی

میں گدا ہوں مگر کس کے در کا، وہ جو سلطانِ کون و مکاں ہیں
یہ غلامی بڑی مستند ہے، میرے سر پر ہے تاجِ بلالی

میری عمرِ رواں بس ٹھہر جا، اب سفر کی ضرورت نہیں ہے
اُن کے قدموں میں میری جبیں ہے اور ہاتھوں میں روضے کی جالی

کوئی بادِ مخالف سے کہہ دے اب مری روشنی مجھ سے چھینے
میں نے آنکھوں کی شمعیں بجھا کر دل میں طیبہ کی مشعل جلا لی

اس کو کہتے ہیں بندہ نوازی، نام اس کا ہے رحمت مزاجی
عاصیوں پر بھی چشمِ کرم ہے، دشمنوں سے بھی شیریں مقالی

میں فقط نام لیوا ہوں اُن کا، اُن کی توصیف میں کیا کروں گا
میں نہ اقبال، خسرو، نہ سعدی، میں نہ قدسی نہ جامی، نہ حالی

اقبال عظیم



آنسو مری آنکھوں میں نہیں آئے ہوئے ہیں
دریا تری رحمت کے یہ لہرائے ہوئے ہیں

اللہ ری حیا، حشر میں اللہ کے آگے
ہم سب کے گناہوں پہ وہ شرمائے ہوئے ہیں

میں نے چمنِ خلد کے پھولوں کو بھی دیکھا
سب آگے ترے چہرے کے مرجھائے ہوئے ہیں

بھاتا نہیں کوئی، نظر آتا نہیں کوئی
دل میں وہی، آنکھوں میں وہی چھائے ہوئے ہیں

روشن ہوئے دل پر تو رخسارِ نبی سے
یہ ذرے اسی مہر کے چمکائے ہوئے ہیں

شاہوں سے وہیں کیا جو گدا ہیں ترے در کے
پلے شہِ خوباں تری شہ پائے ہوئے ہیں

آتے ہیں جو وہ بے خودیِ شوق کو سن کر
اس وقت امیر آپ میں ہم آئے ہوئے ہیں

امیر مینائی

میم کا جس دم اٹھایا اسم احمد سے حجاب
ہو گئے ذاتِ احد کے رازِ پنہاں بے نقاب

تیری صورت میں ہوا نورِ حقیقت بے نقاب
کیوں نہ کہہ دوں، آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

واقعی پیدا نہ ہوگا حشر تک جس کا جواب
حضرتِ خیر الوریٰ کو دی گئی ایسی کتاب

اے عرب کی سرزمیں! تو ہے جہاں میں انتخاب
ذرّہ ذرّہ ہے ترا اپنی جگہ اک آفتاب

فضلِ حق سے اُمتی ہیں ہم شہِ کونینؐ کے
رحمۃ للعالمین کا جس نے پایا ہے خطاب

یا نبیؐ! کس سے تری تعریف کا حق ہو ادا
تو نے پایا ہے مزمل اور یٰسیں کا خطاب

تو سمجھتا ہے کہ ہیں تیری خطائیں بے شمار
لیکن انجمؔ اس کی رحمت کا نہیں کوئی حساب

انجمؔ وزیر آبادی



عجب آئینہ روئے مصطفیٰؐ ہے
جلوہ اپنی صورت دیکھتا ہے

کلام اللہ کی عظمت نہ پوچھو
سراپا نعتِ محبوبِ خدا ہے

کوئی کیا آپ کا مدحت سرا ہو
خدا خود ناز بردار آپ کا ہے

زباں پر نعرۂ الفقر فخری
قدم پر سر دو عالم کا جھکا ہے

میں پاس آگیا انساں ہوا
عجب تاریخِ شاہِ انبیا ہے

ہر اک نقشِ قدم محبوبِ حق کا
مقامِ قابَ قوسین و دنیٰ ہے

مرے ہر شعر کو نسبت ہے اُن سے
کہاں میں ہوں، کہاں فکرِ رسا ہے

شاہ انصار الہ آبادی

ذہن کی تیرہ شبی عام تھی تجھ سے پہلے
زندگی سایۂ اوہام تھی تجھ سے پہلے

آنکھ کو جلوۂ توحید میسر تھا کہاں
دل کی ہر آس یہاں خام تھی تجھ سے پہلے

داغ پیشانیٔ آدم پہ زر و سیم کا تھا
بندگیٔ مکر کا احرام تھی تجھ سے پہلے

تیرے کردار نے بخشا اسے اسلام کا نام
آدمیت یہاں بے نام تھی تجھ سے پہلے

آدمی کے لیے کم یاب تھا وحدت کا سوال
اس قدر کثرتِ آلام تھی تجھ سے پہلے

موسمِ کفر میں مرجھائی ہوئی شاخِ حیات
شاکیٔ گردشِ ایام تھی تجھ سے پہلے

کس کو کہہ سکتا کوئی زندۂ جاوید بشر
زیست خود موت کا پیغام تھی تجھ سے پہلے

علامہ لطیف انور



میں پیاس کا صحرا ہوں تو رحمت کا خزینہ
تو قاسمِ تسنیم، مرا ذوق ہے پینا

تو وہ ہے کہ ہر حسن تری ذات سے مشتق
میں وہ ہوں کہ مجھ میں نہ سلیقہ نہ قرینہ

تو قلزمِ آفاق کا ہے ساحلِ مقصود
میں بحرِ پُر آشوب میں کاغذ کا سفینہ

میں ایک خزف ریزہ، نہ وقعت نہ حقیقت
تو خاتمِ دوراں کا ہے انمول نگینہ

ہر فعل ترا مصدرِ آگاہی و حکمت
ہر قول ترا بامِ حقیقت کا ہے زینہ

ہو عشق ترا میری تمناؤں کا محور
تیرے ہی لیے ہو مرا مرنا، مرا جینا

شرمندۂ احساسِ حقِ نعت ہوں انور
ہر لفظ کے ماتھے سے ٹپکتا ہے پسینہ

پروفیسر انور جمال

رسولِ اکرم سلام تم پر، امامِ دوراں سلام تم پر
تمام تر رحمتِ دو عالم، دلیلِ قرآں سلام تم پر

ازل تمہارا ظہورِ کامل، ابد تمہارا جمالِ اکمل
تمہی میں پائیں صفاتِ یزداں بشکلِ انساں سلام تم پر

یہ واقعہ ہے حقیقی آنکھوں سے جس نے دیکھے خدا کے جلوے
وہ جس کو حاصل ہوا جہاں میں تمہارا عرفاں سلام تم پر

جو شمع روشن ہوئی حرم میں تمہارے عارض کی روشنی سے
مخالفت کی وہ آندھیوں میں رہی فروزاں سلام تم پر

تمازتوں سے ہمیں بچائے گا جو قیامت کے گرم دن میں
ہے بندہ پرور، قسم خدا کی، تمہارا داماں سلام تم پر

تمہی نے انسانیت کی عظمت کا راز خیر البشر، بتایا
تمہارے ہی دم سے پُر سکوں ہے نظامِ امکاں سلام تم پر

تمہارے دربار کا سلامی، تمہارا وابستۂ غلامی
ہے انور صابری تمہارا ہی منقبت خواں سلام تم پر

علامہ انور صابری



تشریحِ خدا، مظہرِ رب آپ کی ہستی
ہے لائقِ تکریم و ادب آپ کی ہستی

ظلمات کی دنیا کو عطا آکے سحر کی
غارت گرِ تاریکیِ شب آپ کی ہستی

ہر حال میں ہیں آپ مددگار ہمارے
غم کیا ہمیں، موجود ہے جب آپ کی ہستی

طالب ہے جہاں قطرۂ فیضانِ کرم کا
فیضانِ کرم سے لبالب آپ کی ہستی

دکھ دور کیے آپ نے آزردہ دلوں کے
دنیا کے لیے وجہِ طرب آپ کی ہستی

حاجت سے سوا دیتے ہیں آپ اہلِ طلب کو
ہے نازشِ ہر اہلِ طلب آپ کی ہستی

اک میں ہی فقط آپ پہ نازاں نہیں انور
ہے فخرِ عجم، فخرِ عرب آپ کی ہستی

علامہ انور فیروز پوری

پھولا پھلا یہ باغِ تمنا تمہی سے ہے
آنکھوں میں نور، دل میں اجالا تمہی سے ہے

اللہ نے یہ شرف کہ خدائی گلے لگائے
یہ بندگی کا رتبہ اعلیٰ تمہی سے ہے

تم نورِ کائنات ہو ہر شے میں جلوہ ریز
ہر صورتِ وجود میں معنیٰ تمہی سے ہے

وہ روشنی کہ طور سے دل تک ہے موجزن
وہ مستعار برقِ تجلیٰ تمہی سے ہے

بے کس کی آس، چارہ بے چارگاں ہو تم
ٹوٹے ہوئے دلوں کو سہارا تمہی سے ہے

مسند نشینِ خلق ہو، تم پر سلامِ حق
نظمِ جہانِ کُن مرے مولا تمہی سے ہے

باقرؔ تمہارے در کے غلاموں کا ہے غلام
شاہوں سے ہمسری کا یہ رتبہ تمہی سے ہے

پروفیسر سجاد باقر رضوی



جو لوگ ہیں اس محسنِ کونینؐ سے مانوس
ہرگز وہ کسی دور میں ہوتے نہیں مایوس

جب آپ جہانوں کے لیے رحمتِ حق ہیں
کیوں آپ کی اُمت ہو پھر آلام میں محبوس

صرف آپ ہیں ہر قوم کی عزت کے نگہباں
صرف آپ سے وابستہ ہے ہر شخص کی ناموس

اُس محسنِ اقوام کا ہر قول ہے مشعل
اس رہبرِ کونین کا ہر فعل ہے فانوس

گر چھوڑ کے ہم اُن کو ترقی بھی کریں گے
ہوگی وہ ترقی بھی تو ہر حال میں معکوس

اس محسنِ انساں کے سوا کون ہے ایسا
اغیار کے غم کو بھی جو اپنا کرے محسوس

الفاظ سے کب آپ کی تعریف ہو برقیؔ
اس محفلِ جذبات میں بیکار ہے قاموس

پروفیسر خالد برقی

نہ پوچھو کہ کیا ہیں مدینے کی گلیاں
کسی کا پتا ہیں مدینے کی گلیاں!

وہاں کا ہر اک ذرہ مشکل کشا ہے
مرا آسرا ہیں مدینے کی گلیاں

حقیقت نہ پوچھو حقیقت تو یہ ہے
حقیقت نما ہیں مدینے کی گلیاں

جبیں میری جب سے جھکی ہے یہ کہہ رہی ہے
مرا مدعا ہیں مدینے کی گلیاں!

یہ بیمار ہجر نبیؐ کو بتا دو
کہ دارالشفا ہیں مدینے کی گلیاں

چلو، ساز و ساماں کی حاجت نہیں ہے
اگر دیکھنا ہیں مدینے کی گلیاں

میں بہزاد وہ بندگی کر رہا ہوں
کہ جن کا صلہ ہیں مدینے کی گلیاں!

بہزاد لکھنوی



کیا پوچھتے ہو گرمیٔ بازار مصطفیٰؐ
خود رب ہے جن کے خریدار مصطفیٰؐ

دل ہے مرا خزینۂ اسرار مصطفیٰؐ
آنکھیں ہیں دونوں روزنِ دیوار مصطفیٰؐ

پھیلا ہوا ہے چاروں طرف دامنِ نگاہ
اور تک رہی ہے دولتِ دیدار مصطفیٰؐ

تفسیر مصحفِ رخِ پُرنور والضحیٰ
واللیل شرح گیسوئے خمدار مصطفیٰؐ

نعلین پا سے عرشِ معلیٰ کو ہے شرف
روح الامیں ہے غاشیہ بردار مصطفیٰؐ

کیونکر نہ سجدہ پیشِ رخِ مصطفیٰ کروں
طاقِ حرم ہے ابروئے خمدار مصطفیٰؐ

بیدم نہ آؤں جا کے دیار رسولؐ سے
تربت ہو زیر سایۂ دیوار مصطفیٰؐ

بیدم وارثی

اور کچھ سوچنا اپنے بس کا نہیں جب سے ہم وقفِ ذکرِ نبی ہو گئے
ہم اندھیرا تھے پہلے جہاں کے لیے اب جہاں کے لیے روشنی ہو گئے

جب سے چوما ہے ان کا مبارک قدم تب سے ہے ہم پہ ان کا کرم ہی کرم
اس عقیدت کے صدقے خدا کی قسم عارضی تھے مگر دائمی ہو گئے

ہم سہارا تھے ہم غم کے ماروں میں تھے ہم سیہ کار تھے بے سہارا ہی تھے
پہلے گمنامیوں کی حصاروں میں تھے پہنچے طیبہ تو ہم عالمی ہو گئے

دیکھ کر مصحفِ تاجدارِ حرم منہ کے بل گر پڑے پتھروں کے صنم
جس طرف اٹھ گئی وہ نگاہِ کرم جتنے وحشی تھے وہ آدمی ہو گئے

ان کی نگہِ توجہ کی کیا پوچھتے ہو جدھر بھی اٹھی مرتبہ دیکھیے
صدق ان کو ملا عدل ان کو ملا یہ غنی ہو گئے وہ علی ہو گئے

کیا بتائے کوئی حشر کی داستاں اللہ اللہ شانِ شہِ ایں و آں!
ملتفت ہو گئے شافعِ دو جہاں ہم جہنم کی زد سے بری ہو گئے

ہو گئی ان سے مانوس تاروں کی ضو جب سے روشن ہوئی عشقِ سرور کی لو
دست بستہ ہوئی گردشِ دورِ نو جب سے بیکل ہوئے قادری ہو گئے

بیکل اتساہی۔ (بھارت)



ہے طورِ نظر نورِ ایزد کی تابش
عجب ہے جمالِ محمدؐ کی تابش

ہے خلدِ معلّیٰ مدینہ نبیؐ کا
ہے تا عرشِ رب سبز گنبد کی تابش

مدینے کے ذرے ہوئے جب درخشاں
ہوئی ماند لعل و زمرد کی تابش

نہ کیوں ہوتا بے سایہ جسمِ منوّر
تھی نورِ مبیں آپ کے قد کی تابش

مہ و مہر میں، کہکشاں میں ہے رخشاں
جبین و رخ و زلفِ احمدؐ کی تابش

حدود و تعین سے ہے لامکاں تک
محمدؐ کے انوارِ بے حد کی تابش

ہے نورِ الٰہی سے نورِ محمدؐ
ہے تابش میں نورِ محمدؐ کی تابش

(مولانا) تابش قصوری

جلال اتنا کہ حسن میں بھی ہو جس سے شانِ نیاز پیدا
جمال ایسا کہ جس کی تابش سے پتھروں میں گداز پیدا

ذہانت اتنی کہ عقلِ خود بیں کو جو اسیرِ نیاز رکھے
صداقت ایسی کہ شاعروں کو مبالغے سے بھی باز رکھے

سرشت اتنی لطیف، صدق و صفا کا گنجینہ جس کو کہیے
طبیعت ایسی شریف، مہر و وفا کا آئینہ جس کو کہیے

عطوفت اتنی کہ حاسدِ بے ادب کے جرم و گناہ بخشے
مروت ایسی کہ دشمنِ جاں طلب کو بھی جو پناہ بخشے

جو تیرے جلووں سے ہو منور، اس آئینے میں نہ بال آئے
مٹے خیالِ گناہ دل سے جو دل میں تیرا خیال آئے

یہ دیکھتا ہوں کہ تیرے اقوال خود بخود منہ سے بولتے ہیں
یہ دیکھتا ہوں کہ تیرے احوال خود دلوں کو ٹٹولتے ہیں

خدا کو مانا ہے دیکھ کر تجھ کو، اس کی شانِ جمیل تو ہے
خدا کی ہستی پہ میرے نزدیک سب سے روشن دلیل تو ہے

تاجور نجیب آبادی



دلوں کی تہ میں پوشیدہ محبت دیکھنے والا
وہ محبوبِ خدا، جذبوں کی وسعت دیکھنے والا

وہی ہے سننے والا ان کہے الفاظ چاہت کے
وہی ہے ان لکھے حرفِ ارادت دیکھنے والا

ہوا ہے کون بجز مولائے سلمانؓ و بلالؓ اب تک
بجائے حسنِ صورت، حسنِ سیرت دیکھنے والا

مکان و لامکاں کی شوکتیں زیرِ قدم اس کے
وہ موجود و عدم کی ہر ولایت دیکھنے والا

نہ جھپکی آنکھ جس کی روبروئے جلوۂ باری
سرِ قوسین ذاتِ ربِ عزت دیکھنے والا

شبستانِ حرا کیونکر نہ بنتا مرکزِ عرفاں
کہ ہے پہلے پہل نورِ نبوت دیکھنے والا

رسول اللہ کی الفت سے ہر دل میں اجالا ہے
زمانے میں ہے یہ رنگِ عقیدت دیکھنے والا

پروفیسر حفیظ تائب

حضرت نے نقشِ وحدت دل پر بٹھا دیے ہیں
ذہنوں سے غفلتوں کے پردے اٹھا دیے ہیں
چھپتے تھے جیسے نقطے میں نقش و نگارِ عالم
رُو سے نبیؐ نے ایسے جلوے دکھا دیے ہیں

قلبِ حضورؐ میں ہے اُمّت کا غم یہاں تک
آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے بہا دیے ہیں
ہے یہ بھی فیضِ بخشی حُبِّ حبیبِ حق کی
داغِ گناہ دل سے سارے مٹا دیے ہیں

اللہ کی اطاعت ایمان ہے ہمارا !
حضرت نے ایسے نغمے ہم کو سنا دیے ہیں
بیداریٔ جہاں کا ایسا سبق دیا ہے
مدت سے سونے والے انساں جگا دیے ہیں

اب دل میں ہیں ترنمؔ یادِ نبیؐ کے جلوے
غم اپنی زندگی کے ہم نے بھلا دیے ہیں

(مولانا) غلام محمد ترنمؔ



ہوئی جب رسالت کی مشعل فروزاں تو آنکھیں ہوئیں چاند تاروں کی خیرہ
وہ نورِ ہدایت کہ جس نے زمانے میں تاریکیوں کا گریباں ہے چیرا
ظہورِ حضورؐ دو عالم سے پہلے فضائے زمانہ تھی تاریک و تیرہ
مگر ہے یہ فیضِ شہنشاہِ دوراں ہے اعلیٰ و افضل عرب کا جزیرہ
حلیفوں اور حلقہ بگوشوں کی خاطر کئی رحمتیں ہیں، کئی بخششیں ہیں
ز راہِ مروّت حریفانِ ملت سے بھی مخلصانہ رہا ہے وتیرہ
تری رحمتوں نے دیا جو سہارا، زمانے کے اطوار و آثار بدلے
تری ہی شفاعت سے بخشے گا مولا خطائے صغیرہ، گناہِ کبیرہ
ترے نور سے تاجدارِ مدینہؐ خطوطِ مقدر ہوئے ہیں درخشاں
ادھر میری نغمہ طرازی کی خاطر، ہے کافی خلوص و ادب کا ذخیرہ
یتیموں، غریبوں، فقیروں پہ رحمت، غلاموں، اسیروں، اجیروں پہ شفقت
یہ احسان سب اُن کی مخلوق پر ہیں، قصیدے ہیں جس کے سمیعاً بصیرا
ادھر اُن کے اجلال و انوار سے ہے سرِ عرش انساں کی قندیل روشن
ادھر اے قمرؔ اُن کی ذاتِ گرامی ہے نورِ مجسم، سراجاً منیرا

حکیم عبدالحکیم قمرؔ

چھا گئی تیرگی یا نبیؐ یا نبیؐ
روشنی روشنی یا نبیؐ یا نبیؐ

ہر طرف سیلِ تشکیک و اوہام ہے
دل کی کشتی گئی یا نبیؐ یا نبیؐ

رُخ بدل دے گی دُنیا کے حالات کا
اک نظر آپ کی یا نبیؐ یا نبیؐ

در خورِ لطف ہے قابلِ رحم ہے
میری افتادگی یا نبیؐ یا نبیؐ

آپ ہی کے نقوشِ قدم سے ملے
میری وابستگی یا نبیؐ یا نبیؐ

آپ کے در سے جائیں تو جائیں کہاں
آپ کے امتی یا نبیؐ یا نبیؐ

اور بے چارہ جعفرؔ پکارے گئے
یا نبیؐ یا نبیؐ ! یا نبیؐ یا نبیؐ

پروفیسر جعفر حسن جعفرؔ



اک رند ہے اور مدحتِ سلطانِ مدینہ
ہاں کوئی نظرِ رحمتِ سلطانِ مدینہ

تو صبحِ ازل آئینۂ حسنِ ازل بھی
اے صلِّ علیٰ طلعتِ سلطانِ مدینہ

کونین کا غم، یادِ خدا، وردِ شفاعت
دولت ہے یہی دولتِ سلطانِ مدینہ

اس طرح کہ ہر سانس ہو مصروفِ عبادت
دیکھوں میں درِ دولتِ سلطانِ مدینہ

اس اُمتِ عاصی سے نہ منہ پھیر خدایا
نازک ہے بہت غیرتِ سلطانِ مدینہ

اے جانِ بلب آمدہ ہشیار، خبردار
وہ سامنے ہیں حضرتِ سلطانِ مدینہ

کچھ اور نہیں کام جگرؔ مجھ کو کسی سے
کافی ہے بس اک نسبتِ سلطانِ مدینہ

جگرؔ مرادآبادی

جمالِ طیبہ و بطحا دل و دماغ میں ہے
یہ روشنی ابھی قائم مرے چراغ میں ہے

مرے حضور کی خوشبو سے عطر بیز جہاں
ہر ایک پھول کی خوشبو حدودِ باغ میں ہے

جواز تک نہیں رکھتا جو اپنی بخشش کا
وہ بے نوا بھی ترے دامنِ فراغ میں ہے

ملے نشاط و سکوں بے طلب ہوں ہر شے سے
ملے محمدؐ عربی مرے ایاغ میں ہے

نگاہِ لطف و ترحم ہو یا رسول اللہ!
یہ کاروانِ حوادث مرے فراغ میں ہے

شہِ عرب! عجمی ہوں، قبول فرمائے
یہ میری نعت کا ہدیہ زبانِ داغ میں ہے

کسی نبی کو میسّر کہاں ہوئی حافظ
کشش حضورؐ کی جو آیۂ بلاغ میں ہے

حافظ امرتسری



ہے ذکر میرے لب پر ہر صبح و شام تیرا
میں کیا ہوں، ساری خلقت لیتی ہے نام تیرا

ہر آنکھ دیکھتی ہے تیرے ہی رخ کا جلوہ
ہر کان سن رہا ہے پیارے، کلام تیرا

کیا خوب ہو جو آکے مجھ سے صبا یہ کہہ دے
پہنچا دیا ہے میں نے شہ کو سلام تیرا

تو پیشوا ہے سب کا، سب مقتدی ہیں تیرے
اقصیٰ میں کیسے بنتا کوئی امام تیرا

جب قبر میں فرشتے پوچھیں گے تو ہے کس کا
نکلے مری زباں سے یا شاہ! نام تیرا

دشوار گو بہت ہے راہِ صراط لیکن
اک پل میں طے کریں گے ہم لے کے نام تیرا

وہ دن خدا دکھائے تجھ کو جمیل رضوی
ہو جائے اُن کے در پہ قصہ تمام تیرا

جمیل قادری رضوی

ہے دل نبیؐ کے لیے، جان ہے خدا کے لیے
کوئی ادا کے لیے ہے، کوئی قضا کے لیے

ترے فقیر کو کونین کی ہو کیا پروا !
کمی ہے کیا تری سرکار میں گدا کے لیے

نبیؐ کا نام جو لے کر مراد کچھ مانگی !
لبِ قبول نے بوسے مری دعا کے لیے

مرا علاج نہیں کچھ سوائے خاکِ شفا
طبیب جان نہ ماریں عبث دوا کے لیے

گرے وہ سجدے میں سن کر یہ دردناک صدا
کہ عاصیوں کو لیے جاتے ہیں سزا کے لیے

حضورؐ نے لیے آنکھوں میں رکھ کے پالا ہے
مقامِ فخر یہی کیا ہے کم حیا کے لیے

درِ کریم سے حافظ بر آئی دل کی مراد
نہ کھلنے پائے تھے لب عرضِ مدعا کے لیے

حافظ پیلی بھیتی



وہ رسولِ ہاشمی، اُمّی لقب، عالی جناب
ان کی پیشانی کمالاتِ رسالت کی کتاب

آپ ہیں خیر البشر، امت ہوئی خیر الامم
کیا نرالی بے مثالی، کیا نرالا انتخاب

اے فرشتو! دیکھ لو، میری جبیں پر ہے رقم
میں ہوں کس کا نام لیوا، میرا کس سے انتساب

اس کی الفت میرا ایمان، اس کی طاعت میری جان
اس کی سنت میرا دیں، اس کی ثنا میرا نصاب

وہ اگر کر دیں اشارہ، سب کا بیڑا پار ہے
رحم کے دریا کے آگے کیا گنہ کا احتساب

آپ کی امت چلے فردوسِ اعلیٰ کی طرف
بے عذاب و بے عتاب و بے عقاب و بے حساب

کون کر سکتا ہے حافظ خود بیان ان کی شمار
شان میں جن کی خدا نے بھیج دی ساری کتاب

حافظ چشتی تونسوی

یارب، دکھائے صورتِ زیبا حضورؐ کی
اشکوں میں ڈھل گئی ہے تمنا حضورؐ کی

ہر لحظہ ایک لطف ہے، ہر لمحہ اک سرور
مجھ پر نوازشات ہیں کیا کیا حضور کی

دونوں جہاں کا آپ کو سردار کر دیا
عقبیٰ حضور کی ہے، یہ دنیا حضور کی

دامن میں اس نے گوہرِ مقصود بھر لیے
مجلس میں ایک بار جو آیا حضورؐ کی

جس نے بھلا دیا ہے غمِ دو جہاں ہمیں
ہے یاد نغمہ بار و دل آرا حضور کی

بعد از خدا ہے جس سے امیدِ کرم ہمیں
وہ ایک ذاتِ پاک ہے تنہا حضورؐ کی

ہر آن ان کا ذکر ہے، ہر لحظہ ان کی یاد
حافظ کو بس ہے درد کی دنیا حضورؐ کی

حافظ لدھیانوی



بنے ہیں مدحتِ سلطانِ دو جہاں کے لیے
سخن زباں کے لیے اور زباں دہاں کے لیے

گھر اس کا موردِ قرآن و مہبطِ جبریلؑ
در اس کا کعبۂ مقصودِ انس و جاں کے لیے

سپہر گرمِ طواف اس کی بارگاہ کے گرد
زمیں سر بسجود اس کے آستاں کے لیے

اسی کا دیں ہے کہ ہے گلشنِ ہمیشہ بہار
وگرنہ ہر گل و گلزار ہے خزاں کے لیے

اگر نصیب ہو طیبہ میں جا کے شربتِ مرگ
پئیں نہ آبِ بقا عمرِ جاوداں کے لیے

سمایا ان کا جو نقشِ قدم تصور میں
ہجومِ شوق میں بوسے کہاں کہاں کے لیے

حریفِ نعتِ پیمبرؐ نہیں سخن حالیؔ
کہاں سے لائیے اعجاز اس بیاں کے لیے

خواجہ الطاف حسین حالی

کوئی بھی وقت ہو، نہیں رہتا ملول میں
پُر شوق دل میں رکھتا ہوں حبِ رسولؐ میں

مدحت سرا ہوں میں بھی رسولؐ انام کا
یعنی ہوں عندلیبِ ریاضِ رسولؐ میں

اذکار میں سے افضل و احسن ہے تیرا ذکر
جُز اس کے سب سمجھتا ہوں ذکرِ فضول میں

شاہِ حجاز! تیری گدائی اگر ملے
سلطانیٔ جہاں نہ کروں پھر قبول میں

میرے لیے تو بس ہے محمدؐ کی چاکری
جینے کا جانتا ہوں یہی اک اصول میں

اپنے لیے سمجھتا ہوں سرمۂ شفا
پاتا اگر کبھی ترے پاؤں کی دھول میں

پڑھتا ہوں میں درود خدا کے رسولؐ پر
فردوسِ دل میں روز کھلاتا ہوں پھول میں

حامد حسن حامدؔ



غیروں نے بھی مانا تری رحمت لقبی کو
حاصل نہیں رتبہ یہ کسی اور نبی کو

شہکار بنایا جسے خالق نے جہاں کا
تفویض کیا علم اسی اُمّی لقبی کو

جو سر پہ پڑے تیری ہی رحمت کی گھٹا سے
شدت وہیں مل جائے مری تشنہ لبی کو

تقلیدِ محمدؐ کو ملی ہستیٔ جاوید
اک مرگِ مناجات ملی بولہبی کو

مامور کیا علم پہ انسان کا معیار
تاراج کیا نخوتِ عالی نسبی کو

ہم رتبہ کیا ایک ہی اندازِ نظر سے
رنگِ عجم و نقش و نگارِ عربی کو

کی صحتِ جاوید عطا آبِ بقا سے
تہذیب کی اک کیفیتِ جاں طلبی کو

حسرت حسینی حسرتؔ

گردشِ ارض و سما ہے تیرے پیمانے کا نام
قسمتِ کون و مکاں ہے تیرے میخانے کا نام

مرگ وہ جینا جو تیرے واسطے جینا نہ ہو
زیست تیرے نام کی حرمت پہ مر جانے کا نام

تیرا شیدائی رہ و رسمِ وفا کی آبرو!
شمع لیتی ہے ادب سے تیرے پروانے کا نام

رشکِ تخت و تاج ہے تیرے گدا کا بوریا
غیرتِ ہوش و خرد ہے تیرے دیوانے کا نام

ذات تیری ہے رگِ جانِ جہانِ کائنات
اور دوائے دردِ دل ہے تیرے غم خانے کا نام

وقت کہتے ہیں جسے، باگیں ترے رہوار کی
اور ترا رہوار، دو عالم سمٹ جانے کا نام

نام لیوا ہے ترا، ہے اس سعادت کے طفیل
غیرتِ باغِ جہاں حسرت کے ویرانے کا نام

پروفیسر محمد یونس حسرت



قابو میں نہیں ہے دلِ شیدائے مدینہ
کب دیکھیے بر آئے تمنائے مدینہ

خوشبوئے رسالت سے ہے از بس کہ معطر
ہر ذرّۂ آبادی و صحرائے مدینہ

ہے بے خودیِ عشقِ حقیقی کا تماشا
وہ دل کہ ہے مخمورِ تولّائے مدینہ

آتی ہے جو ہر شے سے یہاں اُنہی کی خوشبو
دُنیا سے محبت ہے کہ دُنیائے مدینہ

ہے شام اگر گیسوئے احمدؐ کی سیاہی
تو نورِ خدا صبحِ دل آرائے مدینہ

اے وہ کہ سرورِ ابدی کا ہے طلبگار
پی ساغرِ دل سے مئے مینائے مدینہ

ڈر غلبۂ اعدا سے نہ حسرت کہ ہے نزدیک
فرمائیں مدد سیّدِ والائے مدینہ

حسرت موہانی

جتنا مرے خدا کو ہے میرا نبی عزیز
کونین میں کسی کو نہ ہوگا کوئی عزیز

کیوں جائیں ہم کہیں کہ غنی تم نے کر دیا
اب تو یہ گھر پسند، یہ در، یہ گلی عزیز

جو کچھ تری رضا ہے، خدا کی وہی خوشی
جو کچھ تری خوشی ہے، خدا کو وہی عزیز

منگتا کا ہاتھ اُٹھا ہے مدینے ہی کی طرف
تیرا ہی در پسند، تری ہی گلی عزیز

اُس در کی خاک پر مجھے مرنا پسند ہے
تختِ شہی پہ کس کو نہیں زندگی عزیز

قرآں کھا رہا ہے اُسی خاک کی قسم
ہم کون ہیں، خدا کو ہے تیری گلی عزیز

طیبہ کے ہوتے خلدِ بریں کیا کروں حسنؔ
مجھ کو یہی پسند ہے، مجھ کو یہی عزیز

حسنؔ رضا بریلوی



سلام اے آمنہ کے لال، اے محبوبِ سبحانی
سلام اے فخرِ موجودات، فخرِ نوعِ انسانی

ترے آنے سے رونق آ گئی گلزارِ ہستی میں
شریکِ حالِ قسمت ہو گیا پھر فضلِ ربانی

تری صورت، تری سیرت، ترا نقشہ، ترا جلوہ
تبسم، گفتگو، بندہ نوازی، خندہ پیشانی

اگرچہ "فقرِ فخری" رتبہ ہے تری قناعت کا
مگر قدموں تلے ہے فرِّ کسرائی و خاقانی

زمیں کا گوشہ گوشہ نور سے معمور ہو جائے
ترے پرتو سے مل جائے ہر اک ذرّے کو تابانی

حفیظِ بے نوا بھی ہے گدائے کوچۂ الفت
عقیدت کی جبیں تیری مروّت سے ہے نورانی

ترا در ہو، مرا سر ہو، مرا دل ہو، ترا گھر ہو
تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی

ابوالاثر حفیظ جالندھری

حق کے جلووں کو دکھانے کے لیے آپ آئے
نقشِ باطل کے مٹانے کے لیے آپ آئے

سازِ الفت سے اُبھرتے ہوئے نغمے سارے
دونوں عالم کو سنانے کے لیے آپ آئے

خامشی سجدہ کناں ہو گئی جن کے دم سے
ایسی تصویر دکھانے کے لیے آپ آئے

دین کی تکمیل ہوئی آپ کے آجانے سے
جامِ توحید پلانے کے لیے آپ آئے

ایک مرکز پہ نہ تھا جن کا تصور ہر دم
ان کو تہذیب سکھانے کے لیے آپ آئے

ذہنِ انسان کے حل کرنے کو عقدے سارے
نکتے حکمت کے سمجھانے کے لیے آپ آئے

ڈاکٹر صدیق حق



یاد آتا ہے اُس بزم پُر انوار کا عالم
شاہنشہِ کونین کے دربار کا عالم

وہ سورۂ مزمل و طٰہٰ کی تلاوت
ہر گوشے میں وہ بارشِ انوار کا عالم

ہنگامِ مناجات وہ اشکوں کی روانی
"یا شافعِ محشر" کی وہ تکرار کا عالم

ہر وقت حضوری کی ہے دولت جسے حاصل
اللہ رے! اُس طالعِ بیدار کا عالم

جو یادِ مدینہ میں دھڑکتا ہے ہر دم
کیا پوچھتے ہو اُس دلِ بیدار کا عالم

تا حشر نہ بھولے میری نگاہوں میں الٰہی!
آرام گہِ احمدِ مختار کا عالم

پھرتے ہیں حمید آج یہ کیوں کھوئے ہوئے سے
یاد آ گیا کیا طیبہ کے گلزار کا عالم!

ڈاکٹر حرم حمید صدیقی

کوئی ان کے بعد نبی ہوا؟ نہیں! ان کے بعد کوئی نہیں
کہ خدا نے خود بھی تو کہہ دیا، نہیں! ان کے بعد کوئی نہیں

کوئی ایسی ذات ہمہ صفت؟ کوئی ایسا نور ہمہ جہت
کوئی مصطفیٰ؟ کوئی مجتبیٰ؟ نہیں! ان کے بعد کوئی نہیں

بجز ان کے رحمت ہر زماں، کوئی اور ہو تو بتایئے
نہیں! ان سے پہلے کوئی نہ تھا نہیں! ان کے بعد کوئی نہیں

کسی ایسی ذات کا نام لو، جو ایسی بھی ہو جو اماں بھی ہو
ہے مرے یقیں کا فیصلہ، نہیں! ان کے بعد کوئی نہیں

یہ نگار خانۂ روز و شب، اُسی مبتدا کی خبر ہے سب
مگر ایسا جلوہ حق نما، نہیں! ان کے بعد کوئی نہیں

یہ سوال تھا کوئی اور بھی ہے گناہ گاروں کا آسرا؟
تو رُواں رواں یہ پکار اٹھا، نہیں! ان کے بعد کوئی نہیں

وہ قدم اٹھے تو بیک قدم ہمہ کائنات تھی زیرِ پا
یہ بلندیاں کوئی چھو سکا؟ نہیں! ان کے بعد کوئی نہیں

حنیف اسعدی



غریب و دردمند و سوختہ جاں یا رسول اللہ
میں خالد ہوں ترا ادنیٰ ثنا خواں یا رسول اللہ

تری رحمت کے دروازے کھلے ہیں ہر کہ و مہ پر
ہے تو واحد انیسِ مستمنداں یا رسول اللہ

ہے تیری خاکِ پا کحلِ جواہر سے کہیں بڑھ کر
ترے دریوزہ گر ہیں میر و سلطاں یا رسول اللہ

ترے طاعت گزاروں کو خدا محبوب رکھتا ہے
لطیفہ ہائے پنہانی کے قرباں یا رسول اللہ

بھرے گا زخمِ ذلت کب تری درماندہ امت کا
ڈھلے گی کب سحر میں شامِ حرماں یا رسول اللہ

ہوا ہے تنگ اس پہ ہر طرف سے عرصۂ ہستی
سیہ بختی نے پکڑا ہے گریباں یا رسول اللہ

کہاں بوصیریؒ و حسانؓ بن ثابت کہاں خالد
نکما ہے بر منِ ننگ نیاگاں یا رسول اللہ

عبد العزیز خالد

صحرا میں چمن خیز نظاروں کی طرح ہیں
وہ رحمتِ عالم ہیں، بہاروں کی طرح ہیں

بے آس بھنور میں ہیں امیدوں کا سفینہ
ٹوٹی ہوئی کشتی کو کناروں کی طرح ہیں

گمراہ کو دیتے ہیں نشانِ رہِ منزل
ظلمت کدۂ شب میں ستاروں کی طرح ہیں

اُن ہی سے ضیا بار ہیں احساس کے شعلے
وہ گلشنِ ہستی میں چناروں کی طرح ہیں

لہجے سے عیاں ہے گلِ خوشبو کی لطافت
اور لفظ زر و سیم کے تاروں کی طرح ہیں

گفتار ہے اک نادر و نایاب خزینہ
کردار میں قرآں کے پاروں کی طرح ہیں

اس مطلعِ خورشید سے خالدؔ دل و جاں بھی
انوار کے بہتے ہوئے دھاروں کی طرح ہیں

پروفیسر منصور احمد خالد



تُو نے ہر شخص کی تقدیر میں عزت لکھی
آخری خطبے کی صورت میں وصیت لکھی

تُو نے کچلے ہوئے لوگوں کا شرف لوٹایا
عدل کے ساتھ ہی احسان کی دولت لکھی

سرمدی رنگ بہ عنوانِ اخوت ڈھالی
ورقِ دہر پہ ہر سطر محبت لکھی

تُو نے ہر ذرّے کو سورج سے ہم آہنگ کیا
تُو نے ہر قطرے میں اک بحر کی وسعت لکھی

حسنِ آخر نے کیا حسن کو آخر تجھ پر
آخری روپ دیا، آخری صورت لکھی

تیرے اوصاف فقط تجھ سے بیاں ہوتے ہیں
نعت خود لکھی، بہ پیرایۂ سیرت لکھی

خالد احمد تری نسبت سے ہے خالد احمد
تُو نے پاتال کی قسمت میں بھی رفعت لکھی

خالد احمد

مولائے کائنات محمدؐ کی ذات ہے
کتنی عظیم ذاتِ محمدؐ کی ذات ہے

میں کیوں نہ اُن کے نام کو وردِ زباں کروں
جب باعثِ نجات محمدؐ کی ذات ہے

ذاتِ خاکِ پا سے بنی جن کے کہکشاں
وہ حسنِ معجزاتِ محمدؐ کی ذات ہے

جس سے سحر کو نور ملے، شب کو چاندنی
وہ حسنِ کائنات محمدؐ کی ذات ہے

وہ جس سے روح کو ملے تسکین، دل کو چین
وہ گوہرِ صفات محمدؐ کی ذات ہے

بعد از خدا بزرگ وہی، قصہ مختصر
آیاتِ بیّنات محمدؐ کی ذات ہے

خالدؔ کو جس کے در کی غلامی پہ ناز ہے
وہ صاحبِ صفات محمدؐ کی ذات ہے

خالدؔ شفیق



…ب ایک آخری قندیل جگمگا گئی
…ے چراغ زمیں آئینہ بنا گئی

پھر اُس کے نام کو لکھا گیا کواڑوں پر
پھر اُسنے گھر میں نئی روشنی سجا گئی

…بن گئی سورج کا ماداگی اُس کی
…وں میں اس کے بدن کی بھاپ چھا گئی

اسی نے چہرۂ انور کی نرم کرنوں سے
صدی کی صدیوں کے اندھیروں کی چھت گرا گئی

…نے آئینہ خانے کو آئینہ بخشا
…کی شکل پس آئینہ بنا گئی

اسی کا نور بکھر گیا فضاؤں میں
اسی کے واسطے محمدؐ کی ہوا چلا گئی

اسی کے رُو کے منور سے روشنی لے کر
کئی اداس چراغوں کی لو بڑھا گئی

[illegible] مظفر

اے کہ ترے وجود پر خالقِ دو جہاں کو ناز
اے کہ ترا وجود ہے وجہِ وجودِ کائنات
اے کہ ترا سرِ نیاز حدِ کمالِ بندگی
اے کہ ترا مقامِ عشق قربِ تمام عینِ ذات
خوگرِ بندگی جو تھے، تیرے طفیل میں ہوئے
مالکِ مصر و کاشغر، وارثِ دجلہ و فرات
تیرے بیاں سے کھل گئیں، تیرے عمل سے حل ہوئیں
منطقیوں کی الجھنیں، فلسفیوں کی مشکلات
مدحتِ شاہِ دو سرا مجھ سے بیاں ہو کس طرح
تنگ مرے تصورات، پست مرے تخیلات

نواب بہادر یار جنگ خلق



تو فخرِ اولیا و انبیا ہے سرورِ عالم
تو بے شک ابرِ رحمت دو سرا ہے سرورِ عالم
تری ذاتِ گرامی باعثِ تکوینِ عالم ہے
جہانِ رنگ و بو محوِ ثنا ہے سرورِ عالم
ترے ابرِ کرم سے اور ترے رشحاتِ رحمت سے
چمن اسلام کا پھولا پھلا ہے سرورِ عالم
وہ دیں جس نے دیا درسِ اخوت ایک عالم کو
ہمیں تیری عنایت سے ملا ہے سرورِ عالم
نہ بیمِ موج ہے اس کو نہ طوفانوں کا کچھ ڈر ہے
وہ کشتی جس کا تو خود ناخدا ہے سرورِ عالم
ترے دینِ مبیں کا بول بالا ہو دو عالم میں
یہی اپنی دعا صبح و مسا ہے سرورِ عالم
زباں پر خلوت و جلوت میں تیرا نام آتے ہی
ہر اک لب پر درودِ صلِ علیٰ ہے سرورِ عالم

پروفیسر محی الدین خلوت

سنگِ درِ جاناں ہے اور ناصیہ فرسائی
یا رب، مرے سجدوں کی ہو جائے پذیرائی

ہو راہِ مدینہ میں یوں بادیہ پیمائی
ہر گام پہ سجدوں کی ہو انجمن آرائی

رہتی ہے نگاہوں میں فردوس کی رعنائی
خاکِ رہِ طیبہ ہے یا سرمۂ بینائی

بخشی ہے مسیحائی تم نے ہی مسیحا کو
تم جانِ مسیحا ہو، تم جانِ مسیحائی

بے اُن کے توسط کے مانگے بھی نہیں ملتا
بے ان کے توسل کے پرسش ہے نہ شنوائی

یادِ شہِ کوثر میں دل ہے یوں طرب آگیں
جیسے کہیں بجتی ہو فردوس میں شہنائی

رحمت نے خلیلؔ ان کے دامن میں اماں بخشی
جب بھی مرے عصیاں نے چاہی مری رسوائی

**مفتی خلیلؔ مارہروی**



ذہن میں جب آپ کی مدحت کا دروازہ کھلا
زحمتوں کے قصر میں رحمت کا دروازہ کھلا

گردشِ انساں نے سنیں یزداں کے دل کی دھڑکنیں
گنبدِ افلاک میں چاہت کا دروازہ کھلا

مٹ گئے ہیں خالق و مخلوق کے سب فاصلے
طالب و مطلوب کی قربت کا دروازہ کھلا

رزم گاہِ عشق میں گونجی اذانِ آگہی
چونک اٹھیں جبرائیلیں نصرت کا دروازہ کھلا

اللہ اللہ سرورِ عالمؐ کا اخلاقِ حسیں
غیر کے سینے میں بھی غیرت کا دروازہ کھلا

روح کو پہنا کے خوشبوئے پیمبر کا بدن
میں نے دستک جب بھی دی جنت کا دروازہ کھلا

پتھروں کے شہر میں گمنام تھا ذوقیؔ کا فن
جب کہی نعتِ نبیؐ، شہرت کا دروازہ کھلا

**ذوقیؔ مظفر نگری**

سرمایۂ نجات ہے الفت حضورؐ کی
برتر ہے جان و مال سے حرمت حضورؐ کی

اس پر خدا کی رحمتیں پل پل نثار ہوں
ہو جائے جس پہ چشمِ عنایت حضورؐ کی

میں اسوۂ رسولؐ پہ چلتا رہوں مدام
محشر میں ہو نصیب شفاعت حضورؐ کی

ہر دم قلم ہے نعتِ نبیؐ میں رواں دواں
ہر دم زباں پہ رہتی ہے مدحت حضورؐ کی

صدیقؓ بن گیا، کوئی فاروقؓ بن گیا
حاصل ہوئی ہے جس کو بھی قربت حضورؐ کی

وابستہ اس کی دھڑکنیں عشقِ رسولؐ سے
یوں دل میں بس رہی ہے محبت حضورؐ کی

مر مر کے جی رہا ہوں اسی آرزو میں راز
ہو جائے کاش مجھ کو زیارت حضورؐ کی

راز کاشمیری



جو سوئے عرشِ معلیٰ رسولِ پاکؐ چلے
جلو میں انجمِ تاباں بصد تپاک چلے

جنابِ شافعِ محشر کی آمد آمد ہے
فلک کو لاکھوں سجانے مہ و سماک چلے

ہوا کے دوش پہ ان کو پہنچ رہے ہیں سلام
خدا کرے کہ قیامت تلک یہ ڈاک چلے

انہی کے فیض سے غازی جدالِ ہستی میں
عدو پہ تیغِ جری کی جما کے دھاک چلے

کس انکسار سے طیبہ کی دید کے طالب
جبیں پہ مَل کے دیارِ حرم کی خاک چلے

رہِ سفر کے مصائب کی بھی خبر نہ ہوئی
ہم ایسے جانبِ بطحا بہ انہماک چلے

جدھر جدھر سے بھی گزرے شہِ رسل راسخ
بنا کے جادۂ عالم کو تابناک چلے

راسخ عرفانی

زندگی میں جسے مل جائے محبت تیری
اس پہ رہتی ہے تمام عمر عنایت تیری

تیری تعریف کے قابل نہ قلم ہے نہ شعور
ماورائے فکر و تخیل ہے عظمت تیری

ہر مسلماں کی بخشش کا وسیلہ تو ہے
ہر مسلماں پہ لازم ہے اطاعت تیری

تیری مرضی سے بہاروں پہ بہار آتی ہے
پھول گلشن میں کھلے لے کے اجازت تیری

تو نے بجھتے ہوئے ذہنوں کو جلا بخشی ہے
کام ہر دور میں آئی ہے شریعت تیری

روح میں نور کی قندیل جلانے والے
کاش ہو جائے کسی روز زیارت تیری

ایسے راہی کبھی منزل سے بھٹکتے ہی نہیں
جن کو قسمت سے میسر ہو قیادت تیری

اقبال احمد راہی



جہانوں کو رحمت ہے تیری نذیری
زمانوں کو نعمت ہے تیری بشیری

وہ انساں ہوا بے نیاز دو عالم
جسے راہ دکھائے تری دستگیری

تجھے فخر تھا فقر پہ سروری میں
مجھے بھی عطا ہو وہ دل کی امیری

ہو پھر زندگی آشنا تیری امت
ملے اس کو پہلی سی روشن ضمیری

زمانہ ہے آشوب نفرت سے گھائل
ترے خلق کی عام ہو خوش نظیری

ہوں آزاد مجبور و مقہور قومیں
عرب ہوں کہ زنگی ہوں یا کاشمیری

جہاں پاک ہو ظلمتوں سے سراپا
تو بدر الدجائی، سراجاً منیری

جسٹس ایس اے رحمان

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں، کوچے بسا دیے ہیں

جب آگئی ہیں جوشِ رحمت پہ ان کی آنکھیں
جلتے بجھا دیے ہیں، روتے ہنسا دیے ہیں

اک دل ہمارا کیا ہے، آزار اس کا کتنا
تم نے تو چلتے پھرتے مُردے جلا دیے ہیں

ان کے نثار، کوئی کیسے ہی رنج میں ہو
جب یاد آگئے ہیں، سب غم بھلا دیے ہیں

ہم سے فقیر بھی اب پھیری کو اٹھتے ہوں گے
اب تو غنی کے در پر بستر جما دیے ہیں

اللہ! کیا جہنم اب بھی نہ سرد ہوگا؟
رو رو کے مصطفیٰؐ نے دریا بہا دیے ہیں

ملکِ سخن کی شاہی تم کو رضا مسلّم
جس سمت آگئے ہو، سکّے بٹھا دیے ہیں

احمد رضا بریلوی



نعتِ سرکارِ دو عالم کلکِ عنبر بار لکھ
مدحتِ سرکار میں ڈوبے ہوئے اشعار لکھ

جلوۂ صبحِ ازل، تابانیٔ ست
شافعِ روزِ جزا کو نور کی سرکار لکھ

مسجدِ اقصیٰ سے لے کر تا بہ حدِ لامکاں
نقطۂ معراج اس کی شان کا اظہار لکھ

ایک عرصے سے لیے پھرتا ہوں خواہش دید کی
ہے مجھے بھی نگہِ الطاف و کرم درکار لکھ

زندگی کی راہ میں نورِ یقیں، شمعِ ہدیٰ
ہے وہ زندانِ لحد میں مونس و غمخوار لکھ

کاتبِ تقدیر عشقِ مصطفیٰؐ کی بھیک دے
لذتِ عشقِ محمدؐ سے ہوں دل سرشار لکھ

داورِ محشر رضا کو اپنے لطفِ خاص سے
رحمۃ للعالمینؐ کا غاشیہ بردار لکھ

پروفیسر محمد اکرم رضا

مل گئے جن کو محمد مصطفیٰؐ کے راستے
ہو گئے ان کے لیے آساں خدا کے راستے

روز و شب ہوتی ہے ان پر رحمتِ پروردگار
دل سے اپناتے ہیں جو خیر الوریٰ کے راستے

ہو گئے ہیں جو فنا فی اللہ ان کی راہ میں
ان کے قدموں کے تلے آئے بقا کے راستے

چھو کے آتی ہے سحر دم روضۂ سرکار کو
کیوں نہ ہوں مہکے ہوئے بادِ صبا کے راستے

آپ نے سکھلائے ابراہیمؑ کے دینی اصول
آپ نے دکھلائے دنیا کو وفا کے راستے

واسطے کے طور پر لیتا ہوں جب نامِ رسولؐ
کھول دیتا ہے خدا مجھ پر جزا کے راستے

نعت کے اشعار کہتا ہوں خدا کے فضل سے
مل گئے ہیں مجھ کو رضوانیؔ ثنا کے راستے

ڈاکٹر تبسم رضوانی

---

اب آخری لمحہ رہِ الفت میں بسر ہو !
حسرت ہے کہ اس وقت مدینے کا سفر ہو

گردِ رہِ طیبہ ہے مجھے سایۂ طوبیٰ
مجھ سا بھی زمانے میں کوئی خاک بسر ہو

ممکن غمِ دوراں کا مداوا ہے تجھی سے
اے چشمِ مسیحائے زماں، ایک نظر ہو!

ہم لوگ ہوں سب سایۂ رحمت میں اسی کی
منزل وہ سبھی کا جو بے سایۂ شجر ہو

لفظوں کی رسائی سے بھی بالا ہیں محمدؐ
کوتاہیِ الفاظ سے کیا عرضِ ہنر ہو

یہ نعت رضیؔ دیکھ منادی ہے سفر کی
شاید ترے آنے کی مدینے کی خبر ہو

خواجہ رضی حیدر

حرم پاک، کبھی گنبدِ خضریٰ دیکھوں
میری تقدیر بدل جائے تو کیا کیا دیکھوں

میں کہ ہوں خشک شجر، تو ہے سحابِ رحمت
کیوں نہ ہر لمحہ تجھے صورتِ صحرا دیکھوں

طور پر حضرت موسیٰ نے جسے دیکھا تھا
میں سرِ کوچۂ مدینہ وہی جلوہ دیکھوں

جب کہ ثانی نہیں کونین میں تیرا کوئی
کیوں کسی اور کی جانب مرے مولا دیکھوں

یہ مرا حسنِ طلب ہے کہ مرا حسنِ نظر
ذرے ذرے میں تری صورتِ زیبا دیکھوں

بہرِ دیدار شب و روز ہے لوگوں کا ہجوم
میں، مگر بیٹھ کے برسوں تجھے تنہا دیکھوں

تو کہاں اور کہاں نعتِ رسولِ عربی
کاش رفعت مجھے اس فن میں بھی یکتا دیکھوں

رفعت سلطان



نورِ یقین و حاصلِ قرآں کہیں جسے
قدرت کا انتخابِ درخشاں کہیں جسے

تصویرِ کائنات کا وہ مرکزی خیال
لوحِ جہاں پہ شوخیِ یزداں کہیں جسے

آدم کی پہلی سانس اسی سے تھی مستعار
اقلیمِ جاں کا آخری سلطاں کہیں جسے

وہ انقلابِ نور کا پیغمبرِ ازل
بیداریِ حیات کا عنواں کہیں جسے

شاید مرا بھی نام ملے اُس گروہ میں
محشر کے دن غلامِ غلاماں کہیں جسے

احمد رضا کے عشق کی اک بوند، یا خدا!
لکھوں وہ نعت، لوگ زرِ جاں کہیں جسے

کاسہ بکف کھڑا ہوں اسی در پہ میں ریاضؔ
انسانیت کے درد کا درماں کہیں جسے

ریاض حسین چودھری ایم اے

پوچھا ہے دشمنوں نے جب اپنے شعور سے
پنہاں ملی دلوں میں عقیدت حضورؐ سے

اس کا اثر اگر مرے کردار میں نہ ہو
کیسے کہوں، مجھے ہے محبت حضورؐ سے

سلتے ہی ہیں اک ایسے رؤف و رحیم کے
جس نے ملا دیا ہمیں ربِ غفور سے

وہ صرف کور چشم نہیں، تیرہ بخت ہیں
جو کسبِ فیض کر نہ سکے اُن کے نور سے

آسودہ آ کے منزلِ بطحا میں ہو گیا
جلووں کا کارواں جو چلا کوہِ طور سے

اُس جانِ جاں کا نامِ مبارک لبوں پہ ہے
دل آشنا ہے عالمِ کیف و سرور سے

کیفی پڑھا درود تو محسوس یہ ہوا!
جیسے گزر رہا ہوں میں اک سیلِ نور سے

ذکی کیفی



بہت خوش بخت ہے جس نے دیارِ مصطفیٰ دیکھا
یہ ایسی بات ہے جیسے خدا کا عرش جا دیکھا
محمدؐ کی غلامی کر کے شاہی کے مزے لوٹے
طلب سے بھی سوا پایا، نگہ سے بھی سوا دیکھا

میں مشرک ہوں ترے در کو خدا کا در اگر سمجھوں
میں کافر ہوں، جو کوئی اور در اُس کے سوا دیکھا
خدا نے خود جسے صلِّ علیٰ کا تاج پہنایا
محمدؐ کے سوا کب کوئی ایسا لاڈلا دیکھا

تجھے پہچان کر پہچان پائے ہیں خدا کو ہم
ترے آئینے میں ہم نے جمالِ کبریا دیکھا
بھٹک جاتی ہیں روحیں، زندگی اک ایسا صحرا ہے
مگر تیرے ہر اک طالب کو منزل آشنا دیکھا
بھلائی کیا ہے؟ اخلاقِ محمدؐ کی زر افشانی
نہ جانا یہ تو زیدی دیکھنے والے نے کیا دیکھا

نظر زیدی

جہاں جا بھی ترے قرب کے آثار ملے ہیں
مصورِ تجلی در و دیوار ملے ہیں !

لوگو، اے لوگو! مری قسمت کو سراہو
سرکار ملے ہیں مجھے سرکار ملے ہیں

نبیوں کو رہی جن کی تمنا وہی آخر
قسمت سے ہمیں قافلہ سالار ملے ہیں

گزرے ہیں جہاں شمعِ رسالت کے فدائی
راہوں کے نشانات ضیا بار ملے ہیں

سرکار سرِ بزم تکلم کی اجازت
عنوانِ سخن تشنۂ اظہار ملے ہیں

وہ رحمتِ جاوید، وہ انوارِ مجسم
صد شکر بایں دیدۂ بیدار ملے ہیں

اب جی میں ہے ساحر کہ اسی بزم میں بیٹھے
بن مانگے جہاں گنجِ گہر بار ملے ہیں

ساحر صدیقی



چمک جائے گا تشنگی کا نگینہ
مرا جام ہے اور شرابِ مدینہ

خوشا عشقِ آلِ محمد میں مرنا
یہی ہے یہی زندگی کا قرینہ

نگاہِ محمد کی تابانیوں سے
مہ و مہر کو آگیا ہے پسینہ

جسے مل گئی خاکِ پائے محمد
اسے مل گیا عظمتوں کا خزینہ

مرے گلستاں میں بہاروں کے خالق
بڑی دیر سے ہے خزاں کا مہینہ

مدد یا محمد! ڈراتی ہے مجھ کو
یہ مکار دنیا، یہ رہزن حسینہ

حبیبِ خدا ناخدا جن کے ساغر
بھنور میں بھی محفوظ ہے وہ سفینہ

ساغر صدیقی

نفس نفس میں ہے سرمستیٔ سبوئے رسولؐ
رگوں میں دوڑتی پھرتی ہے آرزوئے رسولؐ

تمام عمر رہا ذہن و دل میں منظرِ قدس
تمام عمر رہی آرزوئے کوئے رسولؐ

نجف ہو، پاکپتن ہو کہ سنجر و کلیر!
سبھی ہیں مظہرِ گلزارِ رنگ و بوئے رسولؐ

سوادِ زلف پہ نازاں ہے شامِ خلدِ بریں
ہے نکہتوں کا خزینہ ہر ایک موئے رسولؐ

کتابِ تقویٰ و عرفاں ہے اُن سے خلدِ نظر
کلامِ پاک ہے فیضانِ گفتگوئے رسولؐ

حقیر و مفلس و عاجز ہوں، پاس کچھ بھی نہیں
چلا ہوں اشکوں کی سوغات لے کے سوئے رسولؐ

ہر ایک ذرہ ہے صد رشکِ وادیٔ ایمن
فروغِ طور ہے سبطینؔ خاکِ کوئے رسولؐ

**محمد سبطین شاہجہانی**



مری نگاہ ہر لمحہ اسی کے در پر ہے
کہ جس کے در کا گداگر ہر اک پیمبر ہے

ترے جمال سے وجہِ قمر کی تابانی
ترے جلال سے شمس الضحیٰ منور ہے

ترے ہی نور سے روزِ ازل ہوا روشن
ترے جمال کا اک عکس شاہِ خاور ہے

ترا کرم کہ تو خود کو بشر کہے ورنہ
بشر کے خواب کی معراج تیرے در پہ ہے

ترے طفیل ہے بازارِ زیست کی رونق
ترے ہی دم سے گلستانِ دیں معطر ہے

ترے ہی در کا گداگر بنا رہوں ہر دم
یہی طلب تو مری زندگی کا جوہر ہے

ہے مرگِ عشقِ محمدؐ میں زندگی سجادؔ
وگرنہ زیست بھی پھر موت کے برابر ہے

**سید سجاد رضوی**

بھلا اس کی ثنا میں سرورؔ کیا کوئی زباں کھولے
خدا خود جس کی خاطر بابِ قصرِ لامکاں کھولے

طلوعِ صبحِ صادق ہے فرازِ کوہِ فاراں سے
اجالا ہے جلو میں رحمتِ حق کے نشاں کھولے

نظر بن کر کوئی آئینۂ افلاک سے گزرا
خرد بیٹھی ہے اب تک دفترِ وہم و گماں کھولے

کبھی اس کے لیے ڈوبا ہوا سورج پلٹ آیا
کہیں بہرِ شہادت سنگریزوں نے دہاں کھولے

غلاموں کو سکھائے اس نے آدابِ خداوندی
توانائی پہ رازِ اقتدارِ ناتواں کھولے

زمانہ آج تک بس صورتِ آئینہ حیراں ہے
عرب کا ایک اُمّی اور رازِ کن فکاں کھولے

سرِ محشر غلامانِ محمدؐ آنے والے ہیں
یہ کہہ دو سرورؔ رضواں سے درِ باغِ جناں کھولے

حکیم سرورؔ سہارنپوری



مچل رہا ہے یہ ارماں میرے سینے میں
جب آئے موت تو جا کر رہوں مدینے میں

ترے بدن کی لطافت اسی سے ظاہر ہے
گلوں سے بڑھ کے ہے خوشبو ترے پسینے میں

خدا سے پوچھے کوئی اس کی خاص برکت کو
حضور لائے ہیں تشریف جس مہینے میں

جو دیکھا چشمِ بصیرت سے بزمِ دنیا کو
ترا ہی نور نظر آیا ہر قرینے میں

خدا نے جس کو بنایا ہے ناخدا سمجھ کر
سوار سارا زمانہ ہے اس سفینے میں

بہشت میں بھی کسی کو ملے نہ وہ شاید
جو لطف ہے بسر اوقات کا مدینے میں

سرورؔ اب تو یہی ایک آرزو ہے مری
کہ میرے شاہ بلا لیں مجھے مدینے میں

سرورؔ بجنوری

اک خواب مجھ کو ایسا خدایا دکھائی دے
جس میں ترے حبیبؐ کا چہرہ دکھائی دے

خوش رنگ منظروں میں ڈھلے ان کے خد و خال
ہر آئینے میں ان کا سراپا دکھائی دے

تاریک وادیوں کا سفر جب بھی طے کروں
ہر سمت ان کے نور کا ہالا دکھائی دے

دیکھوں میں دل میں جھانک کے نقشِ رسولؐ جب
شفاف پانیوں سے بھی اُجلا دکھائی دے

پہلی کرن کے ساتھ مری آنکھ جب کھلے
چاروں طرف انہی کا اُجالا دکھائی دے

دے تیری عظمتوں کی گواہی کتاب پاک
تیرا ہی ہر ورق پہ حوالہ دکھائی دے

سرورؔ ہو تیرے نور کے پرتو سے فیضیاب
روشن جہاں میں اس کا ستارہ دکھائی دے

سرورؔ کاشمیری



کھلے ہیں بابِ کرم جس کے ہر گدا کے لیے
ترس رہا ہوں اسی شہرِ جانفزا کے لیے

درود پڑھتا ہوں اشکوں سے پہلے کر کے وضو
قلم اٹھاتا ہوں پھر نعتِ مصطفیٰؐ کے لیے

جو بے قرار ہیں فرقت میں ارضِ طیبہ کی
بلا بھی لیجئے قدموں میں اب خدا کے لیے

خزانے بخشش و رحمت کے ہیں مدینے میں
ہر ایک مفلس و نادار و غمزدہ کے لیے

ادب سے ملتا ہے سب کچھ حضورؐ کے در سے
ادب ہے شرط درِ فخرِ انبیاءؐ کے لیے

انہی کو ملتی ہے حُبِّ رسولؐ کی دولت
خلوص دل میں جو رکھتے ہیں اولیاءؒ کے لیے

عطا ہو اذنِ حضوری حضورؐ بارِ دگر
خطا شعار سکندرؔ کو پھر خدا کے لیے

سکندرؔ لکھنوی

کشادہ عشقِ محمدؐ کا جس پہ باب ہوا
وہ ذرہ بڑھ کے مہ و مہر کا جواب ہوا

وہ جس کے خُلق کی شاہد ہے خود کتاب ہدیٰ
وہ جس کا حسنِ عمل شارحِ کتاب ہوا

اسی کی ذات نے بخشی جِلا زمانے کو
اسی کا سوزِ نفس وجہِ انقلاب ہوا

اسی نے دانش و بینش کی راہ دکھلائی
اسی کا لطف و کرم کاشفِ حجاب ہوا

یہ خاکداں کہ ترستا تھا روشنی کے لیے
اسی کی برقِ تجلی سے جلوہ تاب ہوا

کھلا یہ راز جو پہنچا دیارِ اقدس میں
میں ایک حرفِ تمنا تھا مستجاب ہوا

سلیم اس شہِ والا پہ بے شمار درود
کہ عاصیوں پہ کرم جس کا بے حساب ہوا

حضور احمد سلیم



آنکھ میں ہے وہ ہاشمی صورت
جو خدا کے ہے نور کی صورت

نہ کسی کا حضورؐ سا اسوہ
نہ کسی کی ہے آپ سی صورت

ذکرِ حضرت مرا وظیفہ ہے
اک یہی ہے قرار کی صورت

نام لب پہ حضورؐ کا آیا
کامرانی کی بن گئی صورت

خود خدا بھی ہے دید کا طالب
ایسی آقا کی ہے بھلی صورت

جس کو شہرِ مدینہ کہتے ہیں
میں بھی پہنچوں وہاں کسی صورت

شادؔ نعتِ نبیؐ سناتا جا
اک یہی ہے نجات کی صورت

محمد احمد شادؔ

نگاہِ شوقِ محمدؐ کے مستقر پر ہے
جبینِ عرش نگوں سر جہاں کے در پر ہے

فرازِ عرش ہے زد پر بہ فیضِ مصطفوی
مرا نشانِ قدم گو ابھی قمر پر ہے

نہ حصر ہوگی کبھی اس کی قوتِ پرواز
نظر حضور کی جس جس شکستہ پر پر ہے

حدودِ کون و مکاں سے نکل کے بات کرو
تمہارا سر کبھی سوچا ہے کس کے در پر ہے

ہم اس کے شہر کی رونق کی تاب کیا لائیں
علیؓ بھی صورتِ دروازہ جس کے در پر ہے

کسے نصیب ہو دیدارِ جلوۂ اوّل
یہ انحصار تو سرمایۂ نظر پر ہے

وہ جس کے نور سے تمہیدِ کائنات ہوئی
اسی کی تابِ نظر چہرۂ سحر پر ہے

ظفر شارب



میرے آقا کی ہے شان سب سے الگ
رحل پر جیسے قرآن سب سے الگ

شانِ خیرالبشر، خاتم الانبیاؐ
اک پیمبر، اک انسان سب سے الگ

سارے نبیوں سے ہے ذات ان کی جدا
چاہیے ان کا عرفان سب سے الگ

کس پہ سجتا ہے میرے نبیؐ کے سوا
ہے شفاعت کا عنوان سب سے الگ

دیکھتا ہے خدا کو بہ شکلِ نبیؐ
عشق کا ذوقِ ایمان سب سے الگ

خود کتابِ مبیں پیکرِ مصطفیٰؐ
ایک تمثیلِ قرآن سب سے الگ

نعت لکھتے ہیں دل کی زمینوں میں ہم
شاعر اپنا ہے میدان سب سے الگ

شاعر لکھنوی

جبذا میری زبانِ کلک پر ہے کس کا نام
قدسیوں کے کارواں در کارواں کس کے غلام

کس نے فرِّ روم و ایراں کی قبائیں چاک کیں
کون ہے جس نے دیا حبشی کو آقا کا مقام

کس نے زرداری سے فقرِ بوذری بالا کیا
توڑ ڈالا کس نے جبرِ قیصری و طاغوتی نظام

کس نے کھُرچے ہیں بساطِ دہر سے لات و ہبل
کس کے کاشانے کو کعبہ جھک کے کرتا ہے سلام

کس نے فرقِ رنگ و خوں کی نوچ ڈالی ہے نقاب
کس کے کالے کی اذاں کا جنتوں میں اہتمام

کس نے قیدی کر لیے دل کاکلِ واللیل میں
گردشِ ایام کی کس چشم نے موڑی لگام

ہاں وہی ہے سرورِ کونین ختم المرسلین
کہ ہے تخلیقِ آدم رحمۃ للعالمین

(مولانا) شبیر احمد شاہ ہاشمی



جلوۂ نورِ محمدؐ سے ہوا دل روشن
شمس سے جیسے ہوا ہے مہِ کامل روشن

شمع جلتی ہے تو ہر چیز نظر آتی ہے
آپ آئے تو ہوئے ہیں حق و باطل روشن

آپ کے نام سے آجاتی ہے آنکھوں میں چمک
آپ کے ذکر سے ہوتا ہے مرا دل روشن

اللہ اللہ، ضیا باری نغمات، درود
ہو گئی آپ کے میلاد کی محفل روشن

مجھ کو پہنچا یا ہے در پر ترے افتاں خیزاں
عقلِ حیراں پہ جنوں کے ہیں فضائل روشن

کہکشاں و مہ و انجم بھی نہ تھے ضو افشاں
ان کے قدموں سے ہوئی عرش کی محفل روشن

اب یہ سر جھک نہ سکے گا کسی در پہ بھی شفیق
سجدۂ حق سے ہے پیشانیِ سائل روشن

شفیق کوٹی

نثار اپنے دل و جاں ہیں یا رسول اللہ
کہ آپ حاصلِ ایماں ہیں یا رسول اللہ

ہمیں یہ ناز کہ ہم آپ کے غلام ہوئے
زہے شرف کہ مسلماں ہیں یا رسول اللہ

جھکی ہوئی ہیں جبینیں اس اعتراف کے ساتھ
کہ آپ خواجۂ گیہاں ہیں یا رسول اللہ

ہمیں کشاکشِ محشر سے واسطہ کیا ہے
ہمارے آپ نگہباں ہیں یا رسول اللہ

یہ کیا ستم ہے کہ بادہ کشانِ یومِ الست
بہت دنوں سے پریشاں ہیں یا رسول اللہ

ہمیں کلام کہ دونوں جہاں ہیں حلقہ بگوش
کہ آپ سرورِ دوراں ہیں یا رسول اللہ

بہ فیضِ رومیؔ و جامیؔ و قدسیؔ و خسروؔ
ہم ایسے لوگ غزل خواں ہیں یا رسول اللہ

**شورش کاشمیری**



ہم ہیں تصورات کی جنت لیے ہوئے
آنکھیں ہیں بند جلوۂ رحمت لیے ہوئے

احساس عطر بیز ہے، عنبر فشاں خیال
بیٹھے ہیں ہم مدینہ کی نکہت لیے ہوئے

ان کے حضور اس لبِ خاموش کی قسم
ہر حرف مدعا ہے حکایت لیے ہوئے

ہے ان کے روبرو یہ جنونِ سپردگی
عصیاں کے اعتراف کی جرأت لیے ہوئے

توفیقِ شرم اور ہمیں، اے زہے نصیب
کس درجہ سرخرو ہیں خجالت لیے ہوئے

یا رب! کھلے نہ آنکھ کہ بیٹھے ہوئے ہیں ہم
پیشِ نظر جمالِ رسالت لیے ہوئے

جیسا بھی کچھ ہے آپ کا ہے، آپ کے سپرد
آیا ہے اپنے آپ کو شوکت لیے ہوئے

**شوکت تھانوی**

جی چاہتا ہے حالِ دلِ مبتلا کہوں
پھر سوچتا ہوں، کیسے کہوں اور کیا کہوں

اے رحمتِ اُمم، مرے دل میں وہ آگ ہے
جلنے لگے زباں، اگر ماجرا کہوں

سب سے گناہ گار ہوں، سب سے حقیر ہوں
پھر بھی تجھے حبیب کہوں، آشنا کہوں

میدانِ زندگی میں مرے ہاتھ شل نہ ہوں
حق بات دل میں ہو تو کہوں، برملا کہوں

معراجِ زندگی ترے قدموں کی دھول ہے
پھر کیوں نہ آسماں کو تری خاکِ پا کہوں

پھر خاکداں کو تیری ضرورت ہے، لوٹ آ
یہ بات کس سے دہر میں تیرے سوا کہوں

شہزاد مانگتا ہوں دعا سب کے واسطے
کس طرح اپنی ذات کو سب سے جدا کہوں

شہزاد احمد



جب تک اُمیدِ دید ہے آنکھوں میں دم رہے
اتنا تو ہم پہ شاہِ مدینہ کرم رہے

وہ خوش نصیب تھے جنہیں منزل ہوئی نصیب
ہم خاکِ رہ گزارِ دیارِ حرم رہے

اس سرزمیں کو عرش سے کیوں ہو نہ ہمسری
جس سرزمیں پہ آپ کے نقشِ قدم رہے

جاؤں میں ان کے در پہ، مرادیں مجھے ملیں
سر میرا مثلِ شاخِ ثمردار خم رہے

آئی جو روشنی تو اندھیرے کٹ گئے
جس دل میں ان کی یاد ہو، کیوں اس میں غم رہے

کتنا حسیں خیال دیارِ حرم کا تھا
جنت کی مسکراتی بہاروں میں ہم رہے

کس طرح ہو تلافیِ مافات اے شہاب
دن زندگی کے میری ضرورت سے کم رہے

شہاب دہلوی

ٹوٹی جاتی ہے مری آس بندھائیں سرکار
ڈوبا جاتا ہوں، مجھے پار لگائیں سرکار

ان کی یادوں سے ہی جاری ہے مری نبضِ حیات
میں تو مر جاؤں، اگر یاد نہ آئیں سرکار

آپ کی دید سے کب ہوں گی یہ آنکھیں روشن
کب ملیں گی مری راتوں کو ضیائیں سرکار

گر گیا ہوں کہ نہیں مجھ میں سکت اٹھنے کی
منتظر ہوں کہ مجھے آ کے اٹھائیں سرکار

کچھ نہیں نامۂ اعمال میں، شرمندہ ہوں
کس طرح ہم یہ جھکے سر کو اٹھائیں سرکار

گنبدِ سبز کے جلوؤں کی عطا ہو خیرات
خالی جائیں نہ مرے دل کی صدائیں سرکار

اپنے شیداؔ پہ بھی اک چشمِ عنایت کیجئے
در پہ اس کو بھی کسی روز بلائیں سرکار

شریف شیدا



ہے پسند خالقِ اکبر جمالِ مصطفیٰؐ
غیر ممکن ہے نہ ہو کوئی مثالِ مصطفیٰؐ

کعبۂ دل میں جو مہماں ہے خیالِ مصطفیٰؐ
بن گیا ہے سینہ فردوسِ جمالِ مصطفیٰؐ

رحمۃ للعالمین کا فیض ہے کونین میں
ہے جہاں منت کشِ جود و نوالِ مصطفیٰؐ

اس کی بگڑی بن گئی دوزخ ہوئی اس پر حرام
جس نے دیکھا اک نظر حسن و جمالِ مصطفیٰؐ

مغفرت کا امتِ عاصی کی وعدہ کر لیا
لطفِ حق کرتا گوارا کیا ملالِ مصطفیٰؐ

میری قسمت پر زمانہ رشک کرتا حشر تک
کاش مل جاتی کہیں خاکِ نعالِ مصطفیٰؐ

قبرِ صابرؔ سے فرشتے مسکرا کر چل دیے
جلوہ افگن رخ پہ جب دیکھا جمالِ مصطفیٰؐ

صابرؔ براری

صدائے دلِ عاشقاں بن کے جاؤں۔
اٹھوں درد بن کر، فغاں بن کے جاؤں

برستے رہیں اشک آنکھوں سے پیہم
مدینے کو ابرِ رواں بن کے جاؤں

کبھی عشقِ قرنیؓ کو رہبر بناؤں
رضاؓ کا میں حسنِ بیاں بن کے جاؤں

جسے رحمتِ مصطفیٰؐ ڈھونڈتی ہو!
سرِ حشر وہ مدح خواں بن کے جاؤں۔

بڑھے اس قدر مصطفیٰؐ کا تصور
میں بیگانۂ این و آں بن کے جاؤں

اگر کوئی جھونکا مدینے سے آئے
چراغِ سحر ہوں، دھواں بن کے جاؤں

بلائیں اگر در پہ شاہِ دو عالمؐ
صدا بن کے پہنچوں، فغاں بن کے جاؤں

صفیہ شمیم ملیح آبادی



زندگی کی دھوپ میں سب سے گھنا سایہ، تو ہی
اس زمیں پر، موتیوں والا، سخی دریا، تو ہی

ذہنِ انسانی میں جو بوئی گئی "تاروں کی فصل!"
اس کا رکھوالا اور اس کو پالنے والا، تو ہی

کون ہے تیرے سوا دکھیا دلوں کا دادرس؟
خلق کا مولا تو ہی، ملجا تو ہی، ماوا، تو ہی

وقت کے ماتھے پہ جس کی روشنی لکھی گئی
وہ رُخِ زیبا ہے تیرا، وہ یدِ بیضا تو ہی

کشتِ امیدِ بشر کی زرد پیاسی ریت پر
اور بادل بھی تھے لیکن ٹوٹ کر برسا، تو ہی

کس نے تنہا رات میں ڈوبے ہوئے سورج کا ہاتھ
روشنی کو صبح کی چوکھٹ پہ لے آیا، تو ہی

اے مسلماں کی متاعِ اولیں و آخریں
دیں تو ہی، ایماں تو ہی، دنیا تو ہی، عقبیٰ تو ہی

سید ضمیر جعفری

مولائے کُل ہیں، سرورِ دنیا و دیں ہیں آپ
پیغمبرِ ہُدیٰ ہیں، رسولِ امیں ہیں آپ

خورشید و ماہتاب میں پرتو ہے آپ کا
گلزارِ کن فکاں کی بہارِ حسیں ہیں آپ

عالم ہے اک محیط تو مرکز حضورؐ ہیں
خاتم ہے کائنات تو اس کے نگیں ہیں آپ

دیکھو جدھر ہیں انجمن آرا ادھر حضورؐ
ڈالو جہاں نگاہِ تجسس، وہیں ہیں آپ

قربت نصیب ہے ہمیں ہر دم حضورؐ کی
آنکھوں میں جاگزیں ہیں دلوں میں مکیں ہیں آپ

کس بے دوا مرض کا مداوا نہیں جناب
کس لاعلاج درد کا درماں نہیں ہیں آپ

ہم کو ضیاؔ حوادثِ دوراں کا خوف کیا
ہم بے نواؤں کے لیے حصنِ حصیں ہیں آپ

ضیاؔ محمد ضیاؔ



یا رب خلوصِ شوق کو اتنی رسائی دے
دل کے حرم میں شہرِ مدینہ دکھائی دے

ہر بات میں ہوں نام محمدؐ کی تابشیں
ہر سانس میں پیامِ محمدؐ سنائی دے

مولائے کائنات کی چشمِ کرم تو ہے
جو بیکسوں کو طاقتِ خیبر کشائی دے

صرف ایک لمحہ روضۂ اقدس کو چوم لوں
صرف ایک لمحے کی مجھے مولا خدائی دے

ہو دل کی سلطنت میں نہ سرکش کوئی امنگ
درویش کو بھی ہمتِ فرمانروائی دے

یا مجھ کو مرحمت ہو محبت رسولؐ کی
یا میرے دل کو طاقتِ صبر آزمائی دے

اس کربلا میں حضرتِ شبیرؓ کے طفیل
میرے دلِ حزیں کو بھی کرب آشنائی دے

طفیلؔ ہوشیارپوری

زمیں پر کس طرح سایہ نظر آتا حبیبؐ کا
وہ جب دنیا میں آئے خلقِ ذاتِ کبریا بن کر

رسولِ پاک ہیں مظہر خداوندِ تعالیٰ کے
ہوئی ظاہر رضائے حق وجودِ مصطفیٰؐ بن کر

جو تھے گم گشتگانِ راہ، اب منزل آشنا پایا
محمد مصطفیٰؐ اس طرح آئے رہنما بن کر

بشر سے کس طرح مدحِ رسولِ پاکؐ ممکن ہے
خدا قرآں میں گویا ہے خود مدحت سرا بن کر

حقیقی روشنیٔ چشمِ بشر کو ہو گئی حاصل
ہوئے تشریف فرما جب نبیؐ بدر الدجیٰ بن کر

بڑا سب سے کرشمہ ہے یہی خلقِ محمدؐ کا
جھکا ہر دشمنِ جاں ان کے آگے باوفا بن کر

سوالی بھر کے لے جاتے ہیں دامانِ طلب اپنا
ظفر پر بھی عنایت ہو کہ آیا ہے گدا بن کر

قریشی شریف ظفر پسروری



شرابِ عشقِ نبیؐ سے جو فیض یاب ہوئے
قدح گسار بھی بیگانۂ شراب ہوئے

ہوئی طلوع جو سینے میں آرزوئے رسولؐ
جو دوسرے تھے دلوں کے خیال خواب ہوئے

مٹے ہوؤں کو ابھارا نقوشِ نو کی طلوع
ستم زدوں پہ کرم اس کے بے حساب ہوئے

اسی کی ذات نے عالم کی رہنمائی کی
اسی کے لطف سے تحلیل سب حجاب ہوئے

اسی کے فیض سے آئی حریمِ جاں میں بہار
اسی کے دم سے بپا دل میں انقلاب ہوئے

قلم اٹھا جو مرا مدحتِ رسالت میں
دل و دماغ میں وا آگہی کے باب ہوئے

دل اس کے عشق میں کھویا تو پائی دل کی مراد
سر اس کے در پہ جھکایا تو کامیاب ہوئے

سراج الدین ظفر

ہیں مہر و ماہتاب کی ہر سُو تجلیات
عکسِ رُخِ حضورؐ سے روشن ہے کائنات

یہ انتہائے لطف و کرم اور مرے عمل
اس پہ یہ مستزاد کہ میں اور ان کی بات

محرومِ سوزِ عشق عبادت سے لاکھ دن
دیدِ جمالِ یار میں سجدے کی ایک رات

خیرالوریٰ کا در ہے نگاہوں کے روبرو
بھولے ہو گئے ہیں مجھ کو زمانے کے حادثات

وصفِ نبیؐ قلم سے رقم کیسے ہو سکے
میرے تخیلات سے اونچی ہے ان کی ذات

کہہ دوں گا میں ظہوریؔ فرشتوں سے قبر میں
ذکرِ حضورؐ ہے مرا سرمایۂ حیات

محمد علی ظہوری



یہ آرزو ہے کہ میں چاکِ دل رفو نہ کروں!
وہ اشک تجھ پہ نہ چھڑکوں جنہیں لہو نہ کروں

ترے سراغ میں مجھ کو مرا نشان ملے
تجھے تلاش کروں، اپنی جستجو نہ کروں

تری گلی کے در و بام سے رہوں منسوب
میں اپنی ذات کی رُسوائی کو بہ کو نہ کروں

وہ میرے خون کا پیاسا ہزار ہو لیکن
تری مثال میں بدخواہیِ عدو نہ کروں

مجھے قبول نہ ہوں دو جہاں بھی تیرے عوض
بجز ترے میں کسی شے کی آرزو نہ کروں

ترے جلو میں نمازِ وفا کی حسرت ہے
میں اپنے خوں سے بھلا کس لیے وضو نہ کروں

ترے فراز سے معراج کی گرہ کھولوں
عروجِ آدمِ خاکی پہ گفتگو نہ کروں

پروفیسر عارف عبدالمتین

جو اپنے دل میں بسائے جنابؐ کی صورت
وہ حشر تک بھی نہ دیکھے عذاب کی صورت

وہ جن کے رُخ کا پسینہ گلاب کی صورت
تھا جن پہ سایۂ رحمت سحاب کی صورت

کلام پاک کی تفسیر اور کیا ہوگی!
وہی جنابؐ کی سیرت، جنابؐ کی صورت

نثار اُن کی عطا کے جو دے گئے مجھ کو!
شعورِ زیست مکمل کتاب کی صورت

ہمیں تو دامنِ آقاؐ کی جستجو ہوگی
بلا سے جو بھی رہے پھر حساب کی صورت

فلک کی سیر سے آئے زمانہ بیت گیا
نقوشِ پا ہیں منور شہاب کی صورت

درِ حضورؐ پہ دیکھے ہیں ہم نے اے عاصمؔ
پلک پلک پہ ستارے حجاب کی صورت

سید عاصم گیلانی



کب ترا عہدِ نبوت کفِ ایام میں ہے
ازل آغاز میں ہے اور ابد انجام میں ہے

ترا سورج ہے حجاباتِ تعین سے بلند
ورنہ ہر صبح یہاں دسترسِ شام میں ہے

وہ مزا کون و مکاں کی کسی نعمت میں نہیں
جو تری یاد، ترے ذکر، ترے نام میں ہے

چٹک اٹھا دلِ مسکیں کلی کی مانند
تازگی بادِ صبا کی ترے پیغام میں ہے

وقت کی دھوپ سہی، آتشِ حالات سہی
جو ترے سایۂ دامن میں ہے آرام میں ہے

جس میں تو بھی رہے، غیروں کی تمنا بھی رہے
دل وہ کعبہ ہے مگر قبضۂ اصنام میں ہے

بڑھ کے رحمت مجھے دیتی ہے سہارا عاصیؔ
کیا شرف میرے لیے لغزشِ ہر گام میں ہے

عاصی کرنالی

چلا ہے آج یہ دیوانہ دل بہ سوئے رسولؐ
خدا کرے کہ اسے ہو نصیب کوئے رسولؐ

خرد کو مل نہ سکا رنگِ جستجوئے رسولؐ
جنوں نے پی بھی لیا بادۂ سبوئے رسولؐ

ہے ذرہ ذرہ ثنا خوانِ صاحبِ اسریٰ
یہ کس مقام پہ لائی ہے جستجوئے رسولؐ

جہانِ خلدِ بریں بھی نہیں ہے ہم پلہ
کہاں وہ کاہکشاں اور کہاں یہ کوئے رسولؐ

زمیں کے ذروں کے دل ہوں کہ یا ہو اوجِ فلک
بسی ہوئی ہے دو عالم میں مشکبوئے رسولؐ

بجا کہ رحمتِ یزداں تھی مجھ پہ سایہ فگن
جب عرضِ حال کیا میں نے روبروئے رسولؐ

دیارِ قدس سے آتی ہے یوں صدا عاطر
ہے شرحِ آیۂ قرآں ہر اک موئے رسولؐ

عاطر ہاشمی



جس راہ سے گزر کے وہ نورالہدیٰ گئے
ذرے طلوعِ مہر کے انداز پا گئے

مہمانِ عرش کیا ہوئے چشمِ شعور کو
تسخیرِ کائنات کے منظر دکھا گئے

آ کشورِ فکر و آگہی لعل و گہر چنیں
سرکار حکمتوں کے خزانے لٹا گئے

صحرا سے تھی غرض نہ کسی شہر کی ہوس
لے کر گئی جدھر کو بھی ان کی ہوا گئے

آئی ہے پیشوائی کو خود منزلِ مراد
پلکوں سے چومتے جو ترے نقشِ پا گئے

شانِ عطا پہ آن کی، دو عالم نثار ہوں
مانگا کسی نے گھونٹ تو دریا بہا گئے

ان کے کمالِ عفو کی عامر کہاں مثال
آئے جو بہرِ قتل بھی لے کر دعا گئے

سرفراز عامر

رہبرِ راہ رواں نقشِ کفِ پا تیرا
اولیاء اور ائمہ متعلم تیرے
اہلِ بینش کو بصیرت ترے صدقے میں ملی
قافلے بادیہ پیما ہیں تری راہوں میں
تری رفتار ابد اور تری گفتار دوام
حادثے دہر کے محو اس کو نہیں کر سکتے
عالمِ غیب میں ہے رتبۂ عالی مشہود
دولت و ثروتِ اربابِ دل خاکِ قدم

شرفِ کون و مکاں نقشِ کفِ پا تیرا
جاوداں درسِ عرفاں نقشِ کفِ پا تیرا
سرمۂ دیدۂ دوراں نقشِ کفِ پا تیرا
رہنمائی کا نشاں نقشِ کفِ پا تیرا
فارغ از ظرف و زماں نقشِ کفِ پا تیرا
برتر از نقص و زیاں نقشِ کفِ پا تیرا
چشمِ ظاہر سے نہاں نقشِ کفِ پا تیرا
گوہرِ تاجِ شہاں نقشِ کفِ پا تیرا

میں کہ ہوں عجز و قصور اور سراپائے نیاز
میں کہاں اور کہاں نقشِ کفِ پا تیرا

عرشی امرتسری



بحرِ شعور دیدۂ پیغام بر میں ہے
قرآں کا نور چہرۂ خیر البشر میں ہے
نورِ خدا و نورِ مجسم کہیں جسے
وہ پیکرِ لطیف لباسِ بشر میں ہے

پوشیدہ ان سے اصل کسی چیز کی نہیں
ہر فلسفہ نگاہِ شہِ بحر و بر میں ہے
کیا ان کی رحمتوں کا احاطہ کرے کوئی
اک آسمانِ فیض حصارِ نظر میں ہے

ہے عرشِ آگہی پہ قدم اس کے ذہن کا
سودائے عشقِ مصطفوی جس کے سر میں ہے
مجھ کو بھی اس کے ساتھ مدینے بلائیے
عزمِ سفر حضور، اکیلا سفر میں ہے

ہیں ناخدائے دہر مرے ناخدا عزیز
پروا نہیں، اگر مری کشتی بھنور میں ہے

عزیز حاصل پوری

حضورؐ رحمتِ عالم، حضورؐ بندہ نواز
حضورؐ دہر کے ہر غم نصیب کی آواز

حضورؐ سیّدِ کونین، ہادیٔ برحق
حضورؐ صاحبِ اجلال، صاحبِ اعجاز

درِ حضور ہے وہ بارگاہِ لطف و کرم
کہ اپنے بخت پہ ہے ہر نیاز مند کو ناز

اگر حضورؐ کے فرماں سے میں رہوں غافل
تو خام مرا وضو ہے، فضول میری نماز

نہ پا سکوں نہ نیو یا رک اپنی منزلِ زیست
کہ میرا نورِ بصیرت ہے خاکِ پاکِ حجاز

عجیب چیز ہے نعتِ حضورؐ جس کے طفیل
اک ایک شعر پہ اک اک درِ بہشت ہو باز

علیمؔ نعت میں سوزِ دروں کی حاجت ہے
نہ طرزِ خاص کوئی اور نہ کوئی خاص انداز

علیمؔ ناصری



ہوا یوں جذبۂ عشقِ محمدؐ ضو فگن دل میں
اتر آئی ہو جیسے نورِ یزداں کی کرن دل میں

بکھیرے ان کی یادوں نے گہر نورِ محبت کے
کھلائے ان کی زلفوں نے اجالوں کے چمن دل میں

تمناؤں سے کہہ دو اپنا دامن نور سے بھر لیں
کہ مہماں ہے خیالِ حسنِ محبوبِ زمن دل میں

قمر شق ہو گیا ہے جس کی انگلی کے اشارے سے
فروزاں ہے اسی مہرِ نبوت کی کرن دل میں

سنا ہے اس طرف وہ جانِ عالم آنے والے ہیں
سجا لی حسرت و ارماں نے مل کر انجمن دل میں

یہی ہے آرزو جی بھر کے دیکھوں ان کے روضے کو
لگی ہے کوچۂ محبوبِ یزداں کی لگن دل میں

مجھے غافلؔ یہ دولت حکمتِ قرآں نے بخشی ہے
کہ ہے حبِّ نبیؐ، حبِّ خدا، حبِّ وطن دل میں

غافلؔ کرنالی

نورِ توحید سے معمور ہے سینہ تیرا
ہے رواں نور کے دریا میں سفینہ تیرا

میرے بگڑے ہوئے سب کام سنور جاتے ہیں
نام لیتا ہوں میں جب شاہِ مدینہ تیرا

ہر چمن میں جو نیا پھول کبھی کھلتا ہے
میں سمجھتا ہوں وہ ہے رنگِ پسینہ تیرا

نکلے الفاظ جو منہ سے، ہیں حدیثِ قدسی
ہے یہ حکمت کا، ہدایت کا خزینہ تیرا

لوگ کہتے ہیں جسے ماہِ ربیع الاول
سب مہینوں سے یہ پیارا ہے مہینہ تیرا

معترف دل سے تھے اعدا بھی تری سیرت کے
حسنِ اخلاق تھا ایک ایک قرینہ تیرا

اللہ اللہ یہ اعزاز کہ رتبہ اس کا
ہے فدا کے سگِ درگاہ کمینہ تیرا!

ابو طاہر فدا حسین فدا



راتوں میں غم کی، صورتِ بدر الدجیٰ ہے
بزمِ نظر میں شمعِ نبیؐ جلوہ زا ہے

انساں جو بے نیازِ غمِ ماسوا ہے
اس پر نگاہِ شفقتِ خیر الوریٰ ہے

جب عشق گامزن ہو مدینے کی راہ میں
ہر گام پر جنونِ وفا رہنما ہے

جنگل سے دور کے جو گزرنا پڑے کبھی
میری نظر میں گنبدِ خضریٰ بسا ہے

ڈھونڈیں گی اس کو داورِ محشر کی رحمتیں
جو بھی مطیعِ شافعِ روزِ جزا ہے

نازل جو مجھ پہ شدتِ سکراتِ موت ہو
میری زباں پہ نامِ شہِ انبیا ہے

آنکھیں مجھے ملی ہیں تو ان کے نصیب میں
کیفِ جمالِ ساقیِ ہر دوسرا ہے

صوفی فضل الدین فدا کیم کرنی

مرے رسولؐ کو نسبت تجھے اجالوں سے
میں تیرا ذکر کروں صبح کے حوالوں سے

نہ میری نعت کی محتاج ذات ہے تیری
نہ تیری مدح ہے ممکن مرے خیالوں سے

تو روشنی کا پیمبر تھا اور مری تاریخ
بھری پڑی ہے شبِ ظلم کی مثالوں سے

ترا پیام محبت تھا اور میرے یہاں
دل و دماغ ہیں پُر نفرتوں کے جالوں سے

یہ افتخار ہے ترا کہ میرے عرش مقام
تو ہم کلام رہا ہے زمین والوں سے

نہ میری آنکھ میں کاجل، نہ مشکبو ہے لباس
کہ میرے دل کا ہے رشتہ خراب حالوں سے

میں بے بساط سا شاعر ہوں، پر کرم تیرا
کہ باشرف ہوں قبا و کلاہ والوں سے

احمد فراز



نبیؐ کی روشنی میں حق کا جلوہ دیکھ لیتے ہیں
حقیقت میں حقیقت کا تماشا دیکھ لیتے ہیں

جو دل رکھتے ہیں پہلو میں، نظر رکھتے ہیں آنکھوں میں
وہ سو پردوں میں پرتو تیرے زیبا دیکھ لیتے ہیں

بھلا کیا ذکر ہے آنکھوں کا، ہو جاتا ہے دل روشن
محمد مصطفیٰؐ کا جب بھی جلوہ دیکھ لیتے ہیں

دکھا دیتے ہیں اپنا جلوۂ مخصوص طالب کو
مگر وہ حوصلہ پہلی نظر کا دیکھ لیتے ہیں

نگاہوں میں لطافت جن کی ہوتی ہے تصور میں
شہنشاہِ دو عالم کا سراپا دیکھ لیتے ہیں

جھجکتے ہیں بہت کم آپ کے جلووں کے شیدائی
اٹھا کر میم کا پردہ، نظارہ دیکھ لیتے ہیں

حضوری میں حضورِ پاک مجھ کو بھی بلائیں گے
کہ وہ حسرت بھرے دل کی تمنا دیکھ لیتے ہیں

فضا کوثری (بھارت)

ملتا ہے ذکرِ سرورِ دیں میں سرور کیا
بجز اہلِ دل کسی کو خبر کیا، شعور کیا

ہے فکریاں تجلیٔ فاراں سے مستنیر
اس انجمن میں تذکرۂ برقِ طور کیا

ہر دل پہ دم بدم ہے نزولِ تجلیات
ہر سمت ہو رہا ہے کرم کا ظہور کیا

آساں ہے ان کے لطف سے دشواریٔ حیات
اے رہروِ حجاز! سمجھ نزد و دور کیا

وہ جس کی دید سے ہو فزوں اشتیاقِ دید
اس باب سے جدا ہو دلِ ناصبور کیا

ہے زیست میں نویدِ شفاعت سے بہرہ یاب
زائر پہ ہے عنایتِ چشمِ حضورؐ کیا

وے رہا ہے گوشۂ فکر و نظر فقیر
تاباں ہے جانِ زار میں اک موجِ نور کیا

حافظ محمد افضل فقیر



کیا لیے پھرتا ہے اپنا رخ سے انورِ آفتاب
پیش ہیچ تر ہے معمولی سا اخترِ آفتاب

کتنا خوش قسمت ہے دیکھو وہ پابندی کے ساتھ
کاٹتا ہے روضۂ اطہر کے چکر آفتاب

آپ کی آمد سے ظلمت کفر کی یوں مٹ گئی
شب کی تاریکی مٹائے جیسے پیکرِ آفتاب

آپ سارے انبیا کے اس طرح سردار ہیں
جس طرح سب چاند تاروں کا ہے افسر آفتاب

بس اسی باعث نظر آیا نہ سایہ آپ کا
عین سر پر تھا نبوت کا منور آفتاب

بولہب پہچانتا کیوں کر مقامِ مصطفےٰؐ
شپرہ چشموں کی بینش سے ہے باہر آفتاب

عاصیوں کو اپنے دامن میں چھپا لینا حضورؐ
ہو سوا نیزے پہ جب ہنگامِ محشر آفتاب

فیضی لودھیانوی

تابشِ عشقِ محمدؐ ملی جب سے مجھ کو
خوف آتا نہیں تاریکیٔ شب سے مجھ کو

کوئی مہتاب و کواکب سے کرے کسبِ ضیا
روشنی کی ہے طلب مہرِ عرب سے مجھ کو

میں خطاکار سہی پر ہوں ثنا خوانِ رسولؐ
لوگ کیوں دیکھتے ہیں چشمِ غضب سے مجھ کو

صبحِ دیدار کی مل جائے ضیا بار کرن
ظلمتِ شب نے ہے گھیرا ہوا کب سے مجھ کو

حشر میں آپ کا ہی دستِ شفاعت مانگوں
خلق پہچان تو لے حسنِ طلب سے مجھ کو

آپ کے در سے کہیں لوٹ نہ جاؤں خالی
بھیک بھی مانگنا آتی نہیں ڈھب سے مجھ کو

گر ملے مدحتِ حسانؓ کا پرتو قدسیؔ
کوئی شکوہ نہ ہے دستِ طلب سے مجھ کو

عبد الکریم قدسیؔ



کس سے ہو کون و مکاں میں شرحِ احسانِ رسولؐ
داستانِ کن فکاں ہے زیرِ عنوانِ رسولؐ

بس گئی ہے دیدہ و دل میں مدینے کی بہار
رچ گئی ہے روح و تن میں بوئے بستانِ رسولؐ

کر دیا دنیا کے بندوں کو خدا سے آشنا
کس قدر ہے نسلِ آدم پر یہ احسانِ رسولؐ

کام کیا تاریکیوں کا جادۂ تسلیم میں
ضامنِ منزل ہے جب شمعِ فروزانِ رسولؐ

ایک کملی تھی فقط اُن کا بچھونا اوڑھنا!
دیکھ اے دنیا کے طالب ساز و سامانِ رسولؐ

پیش ہوگا دفترِ اعمال جب پیشِ خدا
تھام لوں گا دونوں ہاتھوں سے میں دامانِ رسولؐ

عاصیوں کی مغفرت اُن کی شفاعت ہے قمرؔ
عرصۂ محشر بھی کیا ہے ایک میدانِ رسولؐ

ڈاکٹر قمر میرٹھی

تُو خاتمِ وحدت کا درخشندہ نگیں ہے
اور ذات تری نقطۂ پرکارِ یقیں ہے

تُو سارے حسینانِ زمانہ سے حسیں ہے
ہر خُوب سے بھی خُوب تر و خوب تریں ہے

صد غیرتِ فردوس مدینے کی زمیں ہے
باعث ہے یہی اس کا کہ تُو اس میں مکیں ہے

قبضے میں ترے ارض و سما کے ہیں خزینے
وہ کون سی شے ہے جو ترے پاس نہیں ہے

سب اہلِ نظر ہو کے گزرتے ہیں یہاں سے
کُوچے سے ترے ایک قدم عرشِ بریں ہے

شاہد ہے تری عظمتِ کردار پہ یہ بات
غیروں کی نظر میں بھی تو صادق ہے امیں ہے

ہو جائے عنایت کی نظر ایک ادھر بھی
رحمت کا طلبگار قمرؔ خاک نشیں ہے

قمرؔ یزدانی



بھری دنیا میں تنہا ہوں، نظر ہو یا رسول اللہ
ترے ہوتے ہوئے اکیلا ہوں نظر ہو یا رسول اللہ

جو تیرا نام لیوا ہوں تو اس دنیا کی منڈی میں
میں کیوں بے دام بکتا ہوں، نظر ہو یا رسول اللہ

مرے دم سے جہاں کی ظلمتیں کافور ہوتی تھیں
میں اب اندھا سویرا ہوں نظر ہو یا رسول اللہ

مجھے سونپی تھی تو نے رہبری سارے زمانوں کی
سرابوں میں بھٹکتا ہوں، نظر ہو یا رسول اللہ

وہ میں ہی تھا کہ جو پیاسی زمیں سیراب کرتا تھا
میں اب اک خشک دریا ہوں، نظر ہو یا رسول اللہ

تو چاہے تو دمک مجھ کو عطا ہو چاند تاروں کی
میں اک ناچیز ذرہ ہوں، نظر ہو یا رسول اللہ

میں کوثرؔ ہوں مجھے تھوڑی سی جاگیرِ سخن دے دے
میں دل سے تیرا بندہ ہوں، نظر ہو یا رسول اللہ

سلیم کوثر

قیصر و کسریٰ و خاقان رسولِ عربی
تیرے دربانوں کے دربان رسولِ عربی

رات سجدے میں گزاری ہے تو دن غزوے میں
اللہ اللہ تری شان رسولِ عربی

گالیاں کھا کے دعاؤں سے نوازا تو نے
تیری رحمت کے میں قربان رسولِ عربی

آج اسلام ہے اپنوں کی نوازش کا شکار
آج مظلوم ہے قرآن رسولِ عربی

اب غریبوں کو نہیں پوچھنے والا کوئی
اے غریبوں کے نگہبان رسولِ عربی

حق سے تو اس کی ہدایت کی سفارش کر دے
کہ مری قوم ہے نادان رسولِ عربی

سننے والا نہیں کوئی بھی مگر گاتا ہوں
نغمۂ کعبۂ فاران رسولِ عربی

کوثر نیازی

ابن آدم کا اعتبار ہیں آپ
بزمِ کونین کا وقار ہیں آپ

خلوتِ دوست کے ہیں آپ امیں
جلوۂ یار کی بہار ہیں آپ

چشمِ صدیقؓ سے کوئی دیکھے
ماہ و انجم میں نور بار ہیں آپ

سب کی امید گاہ آپ کا در
راحتِ اہلِ اضطرار ہیں آپ

آسرا آپ ہیں دکھی دل کا
وجہِ تسکینِ چشمِ زار ہیں آپ

آستاں دوسرا نہیں دیکھا
میری دنیا کے شہریار ہیں آپ

نازؔ کوکب کو ہے فقیری میں
فقر والوں کا افتخار ہیں آپ

قاضی عبد الغنی کوکب

جب کبھی سوختہ جاں تیرے جہاں میں آئے
یوں لگا دھوپ سے سائے کی اماں میں آئے

تیری رحمت کے یقیں نے سفر آسان کیا
مرحلے کتنے کڑے راہِ گماں میں آئے

تیری شیریں سخنی گفتار کی جب بات چلے
کیوں محبت کی حلاوت نہ زباں میں آئے

چشمِ امکاں میں نہ ٹھہرا کوئی تیرے جیسا
یوں تو کتنے ہی مکیں تھے جو مکاں میں آئے

تنگ ہے ظرفِ سخن اور تری مدح بسیط
بات کیا بحر کی قطرے کے بیاں میں آئے

حسنِ فردوس سمائے گا تو کیا نظروں میں
ہو کے طیبہ سے جو ہم باغِ جناں میں آئے

نعت میں چلتی ہے یوں میری طبیعت گلزار
جس طرح کشتی کوئی سیلِ رواں میں آئے

پروفیسر گلزار بخاری



کچھ کفر نے فتنے پھیلائے، کچھ ظلم نے شعلے بھڑکائے
سینوں میں عداوت جاگ اٹھی، انساں سے انساں ٹکرائے

پامال کیا، برباد کیا کمزور کو طاقت والوں نے
جب ظلم و ستم حد سے گزرے، تشریف محمدؐ لے آئے

رحمت کی گھٹائیں لہرائیں، دنیا کی امیدیں بر آئیں
اکرام و عطا کی بارش کی، اخلاق کے موتی برسائے

تلوار بھی دی، قرآن بھی دیا، دنیا بھی عطا کی، عقبیٰ بھی
مرنے کو شہادت فرمایا، جینے کے طریقے سمجھائے

مظلوموں کی فریاد سنی، مجبوروں کی غمخواری کی
زخموں پہ خنک مرہم رکھے، بے چین دلوں کے کام آئے

توحید کا دھارا رک نہ سکا، اسلام کا پرچم جھک نہ سکا
کفار بہت کچھ جھنجھلائے، شیطاں نے ہزاروں بل کھائے

اے نام محمدؐ صلِ علیٰ، ماہرؔ کے لیے تو سب کچھ ہے
ہونٹوں پہ تبسم بھی آیا، آنکھوں میں بھی آنسو بھر آئے

ماہرؔ القادری

ابر صحرا سے اٹھا اور سرِ دنیا پھیلا
جس کا سایہ نہ تھا اس ذات کا سایہ پھیلا

تشنگی دشت کے ذروں کی بجھانے والا
مثلِ شبنم تھا مگر صورتِ دریا پھیلا

جہل نے علم کی دہلیز پہ دم توڑ دیا
سیلِ ظلمات میں اک ایسا اجالا پھیلا

بشریت نے ترے آنے پہ آنکھیں کھولیں
اس طرح نام زمانے میں خدا کا پھیلا

کرۂ ارض کو ہے فخر کہ وہ ابرِ کرم
اس پہ برسا جو سرِ عرشِ معلّیٰ پھیلا

وہ تو سرتا بقدم جود و سخا ہے محسنؔ
تو مگر اتنا نہ دامانِ تمنا پھیلا

**محسن احسان**



مصحف کا ایک صفحہ جبیں ہے جناب کی
تقریظ حق نے لکھی ہے اپنی کتاب کی

چلنے لگی ہوائے شفاعت جو تیز تیز
آتش نہ کیوں بجھے مری مٹی خراب کی

ازواجِ انبیاء کو وہ نسبت ہے تیرے ساتھ
جو نسبت آفتاب سے ہے ماہتاب کی

پہنچے فلک پہ تیرے قدم سے مٹے ہوئے
ذروں کو لے اڑی ہے ہوا آفتاب کی

تا حشر تیری مدح سے ہو میری آبرو
اشراق اسی وضو سے ہو روزِ حساب کی

بالائے ہفت چرخ ہے محبوبِ حق کا نور
ہے لامکاں میں دھوپ اسی آفتاب کی

محسنؔ کی التجا ہے ثنائے رسولؐ ہو
اے بحرِ فیض لے خبر اپنے حباب کی

**محسن کاکوروی**

جو درِ شاہِ دیں سے ملتا ہے
وہ سکوں کب کہیں سے ملتا ہے

دل کو عرفانِ ذاتِ ختمِ رسل
انتہائے یقیں سے ملتا ہے

آپ کی شانِ حسن کیا کہنا
حسن، حسن آفریں سے ملتا ہے

ہم گدائے درِ محمدؐ ہیں
ہم کو سب کچھ یہیں سے ملتا ہے

وہ جو ہے جادۂ ثبات و یقیں
وہ احد کی زمیں سے ملتا ہے

سلسلہ اپنے دل کا کیا کہیے
کس کی ذاتِ حسیں سے ملتا ہے

والضحیٰ ہو زباں پہ یا والشمس
حسنِ معنیٰ انہیں سے ملتا ہے

محشرؔ بدایونی



یارب درِ نبی پہ رسائی ہو کس طرح
رنج و غم و الم سے رہائی ہو کس طرح

عکسِ جمالِ سرورِ کونینؐ کے بغیر
روح و دل و نظر کی صفائی ہو کس طرح

محبوبِ کبریا کا درِ پاک چھوڑ کر
اللہ تک کسی کی رسائی ہو کس طرح

قرآں میں جن کی شان بیاں خود خدا کرے
بندے سے ان کی مدح سرائی ہو کس طرح

جب تک دکھائے راہ نہ سیرت حضورؐ کی
بھٹکے ہوؤں کی رہنمائی ہو کس طرح

جب تک پرت پرت میں نہ عشقِ رسولؐ ہو
دل کی تہوں سے ختم برائی ہو کس طرح

محمودؔ میں ہوں بندۂ محبوبِ کبریا
غیروں کے در پہ ناصیہ سائی ہو کس طرح

راجا رشید محمودؔ

وہ ان کی نور ذات ہے، صورت بشر کی ہے
تصویر آئینے میں بھی آئینہ گر کی ہے

وہ ہیں علیم، ان کو ہر اک شے کا علم ہے
وہ ہیں خبیر، ان کو خبر بے خبر کی ہے

ان سے سکون قلب و نظر مانگتا ہوں میں
ان کے ہی ہاتھ لاج مری چشم تر کی ہے

مجھ کو شفیع امم سے توقع ہے خیر کی
امید ان کی ذات سے ہی دفع شر کی ہے

سمجھا خرد نے اور انہیں، عشق نے کچھ اور
بات اپنے اپنے ذوق کی، اپنی نظر کی ہے

صل علیٰ دیار مدینہ کے رات دن
صورت کچھ اور جلوۂ شام و سحر کی ہے

اس نعت میں ہے حضرت احمد رضا کا رنگ
یعنی زمین شعر اسی دیدہ ور کی ہے

حافظ مظہر الدین



کہاں تک ہجر کے صدمے سہیں یا رحمت عالم
بلا بھی لیجئے در پر ہمیں یا رحمت عالم

ہے خواہش، تا ابد زندہ رہیں یا رحمت عالم
ترے در پر مریں، مر کر جئیں یا رحمت عالم

مجھے اس مرکز لا تقنطوا کی یاد آتی ہے
جہاں ہیں رحمتیں ہی رحمتیں یا رحمت عالم

ہماری کم نگاہی کا مداوا عین ممکن ہے
اگر حسن مدینہ دیکھ لیں یا رحمت عالم

کہیں پیوند خاک سبزہ ہم ہو کر نہ رہ جائیں
ستاتے ہیں یہی خدشے ہمیں یا رحمت عالم

سلیقہ مانگنے کا آج تک ہم کو نہیں آیا
کہاں تک ہم تہی دامن پھریں یا رحمت عالم

درودیں آپ پر، مقبول کو دی ہجر کی نعمت
بتاؤں کیا میں اس کی لذتیں یا رحمت عالم

مقبول احمد نوری

شرف بخشا تمہاری ذات نے وہ بزمِ امکاں کو
کہ دی جس نے فرشتوں پر فضیلت نوعِ انساں کو

بتائیدِ جنابِ حق تمہارے عزمِ عالی نے
کیا نابود ہر اٹھتے ہوئے باطل کے طوفاں کو

سبق دے کر زمانے کو محبت کا، اخوت کا
منظم کر دیا عالم کے اوراقِ پریشاں کو

گدا کو ایسی استغنا کی دولت بخش دی تو نے
کہ خاطر میں نہیں لاتا وہ مفلس میر و سلطاں کو

اُدھر عظمت عطا کی بوریائے فقر کو ایسی
کہ رشک آتا ہے جس کی شان پر تختِ سلیماں کو

نسیمِ رحمتِ حق نے تمہارے ہی اشارے سے
گلستاں کر دیا خاکِ عرب کے دشتِ ویراں کو

تمنا ہے تمہاری اک نگاہِ لطف کی مولا!
تمہارے مدح خواں منظور سے عاجز سخنداں کو

منظور حسین منظور



اس نور سے روشن ہوئے آفاق دلوں کے
وہ مہر کہ ہے پیکرِ انوارِ الٰہی

ہے عظمتِ بوذرؓ پہ فدا حشمتِ قیصر
مشکل ہے فقیری، بڑی آسان ہے شاہی

اک ذرہ ہوا لطفِ نظر آپ کا جس پر
وہ پیکرِ گل بن گئے آیاتِ الٰہی

پھیلے بھی تو آغوشِ تمنا ہے محدود
سمٹے بھی وہ داماں تو رہے لا متناہی

یہ بندۂ عاصی نہیں نومیدِ شفاعت
ہے پیشِ نظر آپ کی کونین پناہی

مل جاتے مدینے میں کوئی سایۂ دیوار
یہ مہرِ سری کی ہے یہ لٹتا ہے کلاہی

دیدارِ تجلی کی تمنا تو ہے بے تاب
یہ بارِ حیا ہے نہ اٹھا دستِ دعا ہی

پروفیسر مرزا محمد منور

سرِ میدانِ محشر جب مری فردِ عمل نکلی
تو سب سے پہلے اس میں نعتِ حضرتؐ کی غزل نکلی

طبیعت ان کے دیوانوں کی اب کچھ کچھ بہل نکلی
ہوائے دشتِ طیبہ گلشنِ جنت میں چل نکلی

بڑا دعویٰ تھا خورشیدِ قیامت کو حرارت کا
ترے ابرِ کرم کو دیکھ کر رنگت بدل نکلی

لپٹ کر رہ گئے مجرم ترے دامانِ رحمت میں
قیامت میں قیامت کی ہوا جب تیز چل نکلی

وہ جنت پر جھگڑا تھا کہ پہلے کون جائے گا
اسی پر بے گناہوں اور گنہگاروں میں چل نکلی

منور کر دیا داغِ جگر کو ذرّے ذرّے نے
مرے جاتے ہی میری قبر میں اک شمع جل نکلی

منور کام آئی حشر میں نعتِ شہِ والا
بہت دلکش بہت روشن مری فردِ عمل نکلی

منور بدایونی



ہر اک شے ہے نگاہِ مصطفیٰؐ میں
دو عالم ہیں پسندِ مصطفیٰؐ میں

یہ فیضِ نعتِ ختمُ المرسلیںؐ ہے
کھڑا ہوں بارگاہِ مصطفیٰؐ میں

جو پریوں پر کمندیں ڈالتی ہے
وہ قوت ہے سپاہِ مصطفیٰؐ میں

بہت واضح ہیں آثارِ قیادت
غلامِ کج کلاہِ مصطفیٰؐ میں

کئی صدیوں سے پیہم جل رہی ہیں
وہ شمعیں جلوہ گاہِ مصطفیٰؐ میں

خداوندا! یہی اک آرزو ہے
مجھے موت آئے راہِ مصطفیٰؐ میں

وہی ہم بیکسوں کی آبرو ہیں
وہی مقصودِ بزمِ رنگ و بو ہیں

پروفیسر منیر قصوری

رہتی ہے شب و روز مدینے کی فضا یاد
رکھتا ہوں سدا کوئے محمدؐ کی ضیا یاد

دیتی ہے مرے دل کو سہارا تری رحمت
کرتا ہوں میں جب اپنے گناہوں کی سزا یاد

ایمان وہی حاصلِ ایمان وہی ہیں
دل اپنا کرے کس کو شہِ دیںؐ کے سوا یاد

اے کاش درِ شاہِ اممؐ تک ہو رسائی
رہتی ہے شب و روز یہی ایک دعا یاد

ساعت وہ خوشی کی ہو کہ وہ غم کی گھڑی ہو
ہر حال میں رہتا ہے مجھے صلِ علیٰ یاد

ملتا ہے مجھے جب کوئی پیغامِ محبت
آتی ہے مجھے خاکِ مدینہ کی شفا یاد

جس در سے کوئی لوٹ کے خالی نہیں آتا
نازش ہے مجھے بھی وہ درِ جود و سخا یاد

غلام زبیر نازش



جن کا ہے لقب سیدِ ابرار، تمہی ہو
تکتے ہیں جنہیں سارے گنہگار، تمہی ہو

اللہ کے محبوب ہو، مخلوق کے آقا
ہر مدح و ستائش کے سزاوار تمہی ہو

بلوایا تمہیں عرشِ معظم پہ خدا نے
اس منصبِ تقدیس کے حقدار تمہی ہو

ہیں جس کے ترحم پہ رسولوں کی نگاہیں
سرکار تمہی ہو، سرکار تمہی ہو

ملتی ہے جہاں سے مہ و انجم کو تجلی
وہ مرکزِ صد جلوۂ انوار تمہی ہو

فہرستِ زمانہ میں نہیں کوئی بھی منصف
بس حشر تلک عدل کا معیار تمہی ہو

ناصر کی وفا تم سے ہی وابستہ رہی ہے
ناصر کے لیے طالعِ بیدار تمہی ہو

ناصر زیدی کٹنی

سلام اس پر جسے حق نے عطا کی شانِ یکتائی
سلام اس پر کہ جس کے نور سے ہم نے ضیا پائی

سلام اس پر جو بن کر رحمۃ للعالمیں آیا
علمبردارِ دیں بن کر سپہ سالارِ دیں آیا

سلام اس پر کہ عبدیت بھی جس پر ناز کرتی ہے
ثریا سے پرے انسانیت پرواز کرتی ہے

سلام اس پر کہ آدابِ معیشت جس نے سکھلائے
سلام اس پر، قوانینِ سیاست جس نے سمجھائے

سلام اس پر کہ جس کا نام روشن ہے امانت میں
صداقت میں، شجاعت میں، شرافت میں، دیانت میں

سلام اس ماہِ کامل پر کہ پرتو چار ہیں جس کے
ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ یار ہیں جس کے

سلام اس پر کہ دینِ حق مکمل کر دیا جس نے
جہاں سارا خدا کی نعمتوں سے بھر دیا جس نے

چودھری خوشی محمد ناظر



محمد عربی رونقِ چنان و چنیں
فروغِ دیدۂ افلاک، حسنِ روئے زمیں

ہے خاکِ پا تری، کحل البصر چشمِ عشاق
ترا نشانِ قدم سجدہ گاہِ اہلِ یقیں

ترے گداؤں میں خاقان و قیصر و کسریٰ
ترے غلاموں میں شامل ہے جبریلِ امیں

ہے تیری دید ترا تذکرہ بہشتِ خوباں
علاجِ خاطرِ مضطر، قرارِ قلبِ حزیں

تری نظر سے سلامت ہے زندگی میری
ترے کرم سے مرے روز و شب جمیل و حسیں

نثار کیوں نہ ادائے عطا پہ ہو جاؤں
کہ ایک لفظ "نہیں" ہے جو تیرے لب پہ نہیں

کھلی ہے اہلِ جہاں پر حقیقت، ناظمؔ
خزف تھا، نعتِ نبی سے بنا ہے دُرِّ ثمیں

بشیر حسین ناظم

بہاریں ترے واسطے گلستاں میں، خراماں ہے بادِ صبا تیری خاطر
گلوں کو تبسم عطا کرنے والے، معطر ہے ساری فضا تیری خاطر

ترا حسن رقصاں ہے منظر بہ منظر، تری دلکشی جا بہ جا کارفرما
دو عالم میں ہے تیری خاطر نمائش، دو عالم ہیں جلوہ نما تیری خاطر

ترا سلسلہ فرش سے عرش تک ہے، تری رحمتیں عرش سے فرش تک ہیں
کرم ہے ترے واسطے جنس ارزاں، فراواں ہے فضلِ خدا تیری خاطر

یہ بلبل کے نغمے، یہ پھولوں کی خوشبو، یہ بادل کی مستی، یہ تاروں کی شمعیں
نوا تیری خاطر، صبا تیری خاطر، گھٹا تیری خاطر، ضیا تیری خاطر

ترے واسطے چاند تارے بنائے، ترے واسطے عرش و کرسی سجائے
یہ جو کچھ بنا ہے، بنا تیری خاطر، یہ جو کچھ ہوا ہے، ہوا تیری خاطر

بساطِ دو عالم نگاہوں میں تیری، مقاماتِ جبریل راہوں میں تیری
کسی کے لیے جو اٹھا تھا نہ پردہ، وہ معراج کی شب اٹھا تیری خاطر

یہی چند آنسو، یہی چند آہیں، قبول ان کو کر لیں جو تیری نگاہیں
یہی اس کا سرمایۂ زندگی ہے، نثار اور لاتا بھی کیا تیری خاطر

اصغر نثار قریشی



قطرہ مانگے جو کوئی، تو اسے دریا دے دے
مجھ کو کچھ اور نہ دے، اپنی تمنا دے دے

میں تو تجھ سے فقط اک نقشِ کفِ پا چاہوں
تو جو چاہے تو مجھے جنتِ ماویٰ دے دے

میں اس اعزاز کے لائق تو نہیں ہوں لیکن
مجھ کو ہمسائیگیٔ گنبدِ خضریٰ دے دے

وہ جو آسودگی چاہیں، انہیں آسودہ کر
بے قراری کی لطافت مجھے تنہا دے دے

تیری رحمت کا یہ اعجاز نہیں تو کیا ہے
قدم اٹھیں تو زمانہ مجھے رستہ دے دے

غم تو اس دور کی تقدیر میں لکھے ہیں مگر
مجھ کو ہر غم سے نمٹ لینے کا یارا دے دے

جب بھی تھک جائے محبت کی مسافت میں ندیم
تب ترا حسن بڑھے اور سنبھالا دے دے

احمد ندیم قاسمی

دیدہ و دل کی ضیا نامِ رسولؐ
روح پرور جاں فزا نامِ رسولؐ

جھوم اٹھی سن کے روحِ کائنات
جب لبوں پر آ گیا نامِ رسولؐ

شانِ تقویٰ، لذتِ صوت و ندا
وردِ خاصانِ خدا نامِ رسولؐ

شعلہ زاروں میں کھلے شبنم کے پھول
جب عقیدت سے لیا نامِ رسولؐ

اولین تخلیق، عنوانِ حیات
زینتِ ارض و سما نامِ رسولؐ

بزمِ ہست و بود میں بعد از خدا
سب سے رتبے میں سوا نامِ رسولؐ

شاہکارِ بزمِ فطرت ہے نسیم
دولتِ شاہ و گدا نامِ رسولؐ

مولانا نسیم بستوی



گلشنِ دہر میں ہر سو ہے اجالا تیرا
زینتِ کون و مکاں ہے رخِ زیبا تیرا

باعثِ کن فیکوں تیرا مقدس پیکر
سروِ گلزارِ حقیقت قدِ بالا تیرا

تیری توصیف ہے قرآں کے سیپاروں میں
خود ثنا خواں ہوا اللہ تعالیٰ تیرا

سرمدی رنگ میں ڈوبا ہوا ہر پھول کھلے
آ کے برسے جو مری کشت پہ جھالا تیرا

تو ہے وہ شمعِ ضیا بار دو عالم کے لیے
ڈھونڈتے پھرتے ہیں کونین اجالا تیرا

قبر میں آ کے نکیرین پلٹ جاتے ہیں
ان کو مل جاتا ہے جس وقت حوالا تیرا

ترے دربار میں حاضر ہے گنہ گار نصیر
اس پہ بھی لطف و کرم ہو شہِ بطحا تیرا

صاحبزادہ سید غلام نصیر الدین گولڑوی

اُجڑے ہوئے دیار کو عرشِ بریں بنائیں تو!
اُن پہ فدا ہے دل مرا، ناز سے دل میں آئیں تو

دردِ والم کے مبتلا، جن کی کہیں نہ ہو دوا
دیکھیں وہ شانِ کبریا، آپ کے در پہ آئیں تو

بد ہیں اگرچہ ہم حضورؐ، آپ کے ہیں مگر ضرور
کس کو سنائیں حالِ دل تم کو نہیں سنائیں تو

آپ کے در پہ گر نہ آئیں، کون سا در ہے جبیں جھکائیں
سامنے کس کے سر جھکائیں آپ ہمیں بتائیں تو

حال مرا تباہ ہے، نامہ مرا سیاہ ہے
ہیچ مرا گناہ ہے، آپ اگر بچائیں تو

صدمۂ فراق و ہجر سے، کس سے یہ غمزدہ کہے
تو ہی اگر کرم کرے، دردِ نہاں سنائیں تو

کرنے کو جان و دل فدا، روضۂ پاک پر شہا
پہنچے نعیمؔ بے نوا، آپ اگر بلائیں تو

(مولانا نعیم الدین مراد آبادی)



غارِ حرا میں تنہا جو محوِ بندگی ہیں
دنیا میں لانے والے دینِ محمدی ہیں

ختم آپ پر نبوت کے سارے سلسلے ہیں
اس میں نہیں کوئی شک آپ آخری نبی ہیں

لاتے تھے آپ پر جو ایمان ابتدا میں
عشقِ رسولؐ میں وہ لاریب منتہی ہیں

انصاف، امن، نیکی، توحید، حق پرستی
جس سے جہاں میں پھیلیں آپ ایسی روشنی ہیں

ہر علم کا خزانہ ہیں آپ کی حدیثیں
عقل و خرد میں کامل اُمّی بھی آپ ہی ہیں

انساں کو زندگی کا اک ضابطہ دیا ہے
حکمت کی ساری باتیں قرآں میں آگئی ہیں

خالی نہیں خطا سے، نومید بھی نہیں ہیں
اُمیدوارِ بخشش ہیں جو بھی، آ گئے ہیں

پروفیسر قیوم نظر

دو بالا ہو گیا جاہ و حشم ختمِ نبوت کا
محمدؐ نے اٹھایا ہے علم ختمِ نبوت کا

محمد مصطفیٰ نے تاجِ ختم المرسلیں پہنا
قصیدہ کر رہے ہیں ہم رقم ختمِ نبوت کا

کتابِ حق میں اَکْمَلْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِی آیا
ترانہ گائیں مرغانِ حرم ختمِ نبوت کا

مسلماں کو نہیں بھولی حدیثِ لَا نَبِیَّ بَعْدِی
زمانے میں بھرے کیونکر نہ دم ختمِ نبوت کا

کرے انکار جو ختمِ نبوت کا، وہ کافر ہے
عقیدہ اس لیے رکھتے ہیں ہم ختمِ نبوت کا

خدا نے دو جہاں میں خاتمِ شخص خاص کیا اس کو
کسی کاذب نے چاہا تھا عدم ختمِ نبوت کا

اسی میں ہے نظیرؔ اسلام کا رازِ توانائی
کبھی نیچا نہ ہونے دو علم ختمِ نبوت کا

اصغر حسین خاں نظیرؔ لودھیانوی



تو اوجِ رسالت ہے، بشیرِ خیرِ امم ہے
تو وہ ہے کہ زیبا جسے ہر جاہ و حشم ہے

خالق نے بنایا تجھے ہر چیز کا مولا
کونین کی ہر شے تری ممنونِ کرم ہے

ادراک میں کس طرح سمائے تری عظمت
ہر رفعتِ افلاک ترا نقشِ قدم ہے

گونجے ہے زمانے میں ترا اسمِ گرامی
قائم ہے تو اس نام سے کچھ اپنا بھرم ہے

آنے سے ترے دور ہوئے ظلم کے سائے
تو عدل کا، انصاف کا لہرایا علم ہے

خالق نے سکھایا مجھے مدحت کا سلیقہ
محبوبِ دو عالم کی عطا میرا قلم ہے

زندہ ہے جو اس عہدِ پُر آشوب میں تقویٰ
یہ تیری دعا، تیری نظر، تیرا کرم ہے

پروفیسر آفتاب احمد نقوی

کرم کی اک نظر ہو جانِ عالم یا رسول اللہ
تری امت پہ ہے افتادِ پیہم یا رسول اللہ

بنایا تھا تمہارے نام سے جو آشیاں ہم نے
گری کیا ہے اس پہ ہو کر برق برہم یا رسول اللہ

غمِ دنیا، غمِ عقبیٰ، غمِ ارضِ وطن ہم کو
جو ہم سے کٹ گئے ان کا بھی ہے غم یا رسول اللہ

ہمارے سامنے بکھرے ہیں اک تسبیح کے دانے
بکھرتا ہے کوئی شیرازہ یوں کم یا رسول اللہ

کرم ہو ارضِ پاکستان پر اے رحمتِ عالم
نگوں ہونے نہ دیجے سبز پرچم یا رسول اللہ

مبارک صد مبارک عید میلاد النبیؐ کا دن
اسی دن کی بدولت ہم ہیں قائم یا رسول اللہ

گدائے حسنِ تو ممنونِ گر ہیں واصف علی واصف
نگاہِ لطف کن برحالِ زارم یا رسول اللہ

واصف علی واصف ایم اے



خواب سے نیند کے ماتے جو جگائے تو نے
پردے کتنے ہی نگاہوں سے اٹھائے تو نے

زیست بے مقصد و بے مایہ ہوئی جاتی تھی
اس کے سر پر بھی کئی تاج سجائے تو نے

غمِ دنیا کے اندھیرے کو اجالے بخشے
راستے منزلِ عقبیٰ کے دکھائے تو نے

آتشِ کفر کے شعلوں کی لپک تھی ہر سو
لیکن اس آگ میں بھی پھول کھلائے تو نے

تجھ کو اپنوں نے، پرایوں نے بہت رنج دیے
کر دیے ایک مگر اپنے پرائے تو نے

بوریا تیرے ہی صدقے میں ہوا ہمسرِ عرش
تاج اور تخت نگاہوں سے گرائے تو نے

تیری کملی ہے کہ دامانِ محبت ہے کوئی
مجھ سے خاطی اسی دامن میں چھپائے تو نے

وقار انبالوی

چلے ہیں سوئے عدم لے کے آرزوئے رسولؐ
یہ حوصلہ ہے کہ دم لیں گے روبروئے رسولؐ

ہماری شامِ لحد کی یہی ہے صبحِ امید
قدم بہ عرصۂ محشر نظر بروئے رسولؐ

ہیں تخت و تاج و زر و مال ان کی ٹھوکر میں
رہی ہے جن کے تصور میں آبروئے رسولؐ

کن آندھیوں میں جلا تھا چراغِ مصطفوی
کن آفتوں کا مداوا بنی ہے خوئے رسولؐ

ہماری بات ہی کیا ہے، بساط ہی کیا ہے
کلامِ رب کو ہوئی جبکہ جستجوئے رسولؐ

ہماری عقل کہاں، رتبۂ رسولؐ کہاں
کمالِ عشق سے ممکن ہے جستجوئے رسولؐ

حضورؐ ہم نہ ہوئے آپ کے زمانے میں
گلہ کریں گے مقدر کا روبروئے رسولؐ

سید ہاشم رضا



لب پہ جو ذکر میرے نامِ رسالت مآب ہے
تسکینِ لازوال سے دل فیض یاب ہے

وہ رحمتِ تمام وہ دریائے لطف و جود
بخشش کا سائباں ہے کرم کا سحاب ہے

سینہ ہے علم و دانش و حکمت کا آئینہ
اُمّی ہے اور حاملِ اُم الکتاب ہے

اللہ نے کہی ہے جو شانِ حبیبؐ میں
قرآں بھی ایک نعتِ رسالت مآب ہے

یہ شانِ صبر و حلم کہ اعدا کے حق میں بھی
کوئی عتاب ہے نہ دعائے عذاب ہے

میری نظر میں دولتِ عشقِ رسولِ پاکؐ
ایمان کا صحیفہ، وفا کا نصاب ہے

یزدانیِ حزیں پہ بھی اک چشمِ التفات
وہ بھی تو سائلِ درِ عالی جناب ہے

یزدانی جالندھری

دو عالم تجھ پہ صدقے، اے زمینِ گنبدِ خضرا
تری آغوش میں آسودہ ہے وہ برزخِ کبریٰ
وہ رشکِ مہرِ عالم تاب، جس کی جلوہ ریزی سے
شبستانِ جہاں میں پھر ہُوا نورِ سحر پیدا
فدایانِ محمدؐ بن گئے، جو دشمنِ جاں تھے
تہِ تیغِ محبت ہو گئی یکسر صفِ اعدا
جہاں کے گوشے گوشے میں صدائے دینِ حق پہنچی
نوائے حق پرستی مشرق و مغرب میں لہرایا
ہُوا سکّہ رواں عدل و مساوات و اخوت کا
ہوئی پھر از سرِ نو مجلسِ صدق و صفا برپا
فضائل سے ہوئی آراستہ پھر بزمِ انسانی
محاسن کا بنی گہوارہ پھر یہ فسق کی دنیا
مظاہر تھے یہ سارے رحمۃ اللعالمینؐ کے
کرشمے تھے یہ سب ہیں آپؐ کی لطف آفرینی کے

یحییٰ اعظمی



خدا نہیں ہیں مگر مظہرِ خدا ہیں رسولؐ
بلندیٔ بشریت کی انتہا ہیں رسولؐ
دو عالم آپ کے پرتو سے جگمگا اٹھے
صفات و ذاتِ الٰہی کا آئینہ ہیں رسولؐ
تمام رحمت و بخشش، تمام لطف و کرم
متاعِ قلبِ گدایانِ بے نوا ہیں رسولؐ
اس ایک نسبتِ محکم پہ دو جہاں صدقے
دلوں کی آس، نگاہوں کا آسرا ہیں رسولؐ
شکستہ ہمت و گمراہ قافلوں کے لیے
چراغِ راہِ ہدایت ہیں، رہنما ہیں رسولؐ
جو حسنِ خلق میں ہیں موجِ کوثر و تسنیم
تو گفتگو میں مزاجِ گل و صبا ہیں رسولؐ
ہزار بار گنہ سر پہ ہے تو کیا اقبال
یہ آسرا کوئی کم ہے کہ آسرا ہیں رسولؐ

اقبال صفی پوری

# استغاثہ

## بدرگاہِ خیرالوریٰ علیہ التحیۃ والثناء

لکھتے ہوئے کاغذ کا بدن ٹوٹ رہا ہے
احساسِ قلم نوحہ کناں ہے مرے آقا

حلقوم عبارت میں ہیں چبھتے ہوئے کانٹے
سوکھی ہوئی خامے کی زباں ہے مرے آقا

بازارِ چمن میں نہیں سچائی کی خوشبو
اجڑی ہوئی پھولوں کی دکاں ہے مرے آقا

بہہ جاتا ہے آنکھوں سے ہر امید کا انجام
ہر خواب کی تعمیر گراں ہے مرے آقا

اخلاق کا لفظ، اپنے معانی سے ہے محروم
تعریفِ ادب، وہم و گماں ہے مرے آقا

حالات نے اس ذہن سے چھینی ہے بصیرت
جو ذہن، حقیقت نگراں ہے مرے آقا



جو تیر نکلتا ہے وہ آتا ہے اسی سمت
کس جبر کے ہاتھوں میں کماں ہے مرے آقا

مہلک ہے خود اپنے ہی لیے اپنا وتیرہ
اپنا ہی عمل، دشمنِ جاں ہے مرے آقا

آج اپنا کوئی رنگ، نہ تہذیب و تمدن
دھندلایا ہوا نام و نشاں ہے مرے آقا

ہر شخص نئی سوچ، نئی فکر کا خالق!
ہر شخص، ارسطوئے زماں ہے مرے آقا

تخریب کو دے رکھا ہے تعمیر کا عنواں
سمجھے ہیں جسے سود زیاں ہے مرے آقا

ہمسائے کے برتاؤ سے ہمسایہ ہے بیزار
سینوں میں تعصب کا دھواں ہے مرے آقا

"گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان"
وہ "مومنِ اقبال" کہاں ہے مرے آقا

طاری ہے ابھی تک وہی افسونِ فرنگی!
منہ اپنا ہے، غیروں کی زباں ہے مرے آقا

مشرق کا ثنا خواں، کوئی مغرب کا پرستار
اک حلقۂ افکار کہاں ہے مرے آقا

جو عزّ و شرف، طرّۂ آفاق تھا اپنا
وہ آج نصیبِ دگراں ہے مرے آقا

بے رنگ عبادات ہیں، بے رُوح نمازیں
وہ دین، وہ تعلیم کہاں ہے مرے آقا

مفہومِ عبادت سے نہیں کوئی سروکار
ماتھے پہ تو سجدوں کا نشاں ہے مرے آقا

مغلوب ہے ہوس کو ہے طلب دولتِ زر کی
بر دوشِ ہوا، اسپِ رواں ہے مرے آقا

کچھ خوفِ خدا ہے نہ توکل، نہ قناعت
محرومِ یقیں، صیدِ گماں ہے مرے آقا

زردار کا ہر حکم ہے مفلس کا مقدر
یہ آپ کی تقسیم کہاں ہے مرے آقا

"پیتے ہیں لہو، دیتے ہیں تعلیم مساوات
مظلوم کے ہونٹوں پہ فغاں ہے مرے آقا



"کب ڈوبے گا سرمایہ پرستی کا سفینہ"
برباد غریبوں کا جہاں ہے مرے آقا

ہر نعمتِ دنیا ہے مقدر امرا کا
ذوقِ غربا تشنہ دہاں ہے مرے آقا

پوشیدہ زمانے سے نہیں اپنی خرابی
سب صورتِ حالات عیاں ہے مرے آقا

لرزش میں ہیں بام و در و دیوار شکستہ
ملتی ہوئی بنیادِ مکاں ہے مرے آقا

"اے خاصۂ خاصانِ رسل، وقتِ دعا ہے"
محبوبِ خدا، رحمتِ کل، وقتِ دعا ہے

رشید کامل

# استغاثہ

## بدربارِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم

بن گئی اپنا مقدر معصیت کاری بہت
چھوڑ کر سرکار کا در، ہے نگوں ساری بہت
آپ کی چشمِ کرم سے مندمل ہو جائیں گے
جسمِ ملت پر اگرچہ زخم ہیں کاری بہت
نام لیوا آپ کے ہیں، کیجئے گا سرفراز
آہ، اقوامِ جہاں میں ہو چکی خواری بہت
ربِّ ہب لی اُمّتی کا ہے سہارا ورنہ یاں
ہو گئی اپنے گناہوں کی گرانباری بہت
میرے آقا دیکھئے، اُمت کا اب کیا حال ہے
سرد ہے جذبہ عمل کا، گرم گفتاری بہت
اس کا دامن پیار کے پھولوں سے پھر بھر دیجئے
آپ کو اُمت ہمیشہ سے رہی پیاری بہت

راجا رشید محمود



# دُعا

روز و شب اذنِ زیارت کی دعا کرتا ہوں
اک ایسی خوبیٔ قسمت کی دُعا کرتا ہوں
میرے ماحول پہ چھائے ہیں گنہ کے سائے
جلوۂ شہرِ شفاعت کی دُعا کرتا ہوں
حشر کا دن تو ملاقات کی لائے گا نوید
اس لیے روزِ قیامت کی دُعا کرتا ہوں
میرا ایمان ہے، سرکار نوازیں گے ضرور
چند لمحاتِ سعادت کی دُعا کرتا ہوں
آج کل اور کوئی کام نہیں ہے مجھ کو
ہر گھڑی چادرِ رحمت کی دُعا کرتا ہوں
سخت بیزار ہوں میں رنجشِ باہم سے منیر
ہیں تو جمعیتِ ملت کی دُعا کرتا ہوں

منیر قصوری

مرتبہ نیک طبع راجا رشید احمد محمود ایم۔ اے لاہور

۱۹۸۲ء

محوِ توصیفِ محمدؐ ہے خدائے کارساز
قدسی و جن و بشر بھی ہیں سبھی مدحت طراز

اور شریکِ زمرۂ عشاق ہیں محمودؔ بھی
جن کے دل میں موجزن ہے عشقِ سلطانِ حجاز

ان کی کاوش کا ثمر یہ انتخابِ نعت ہے
نعت گوئی جن کی ہے سرمایۂ صد فخر و ناز

ہے یہ نذرانہ اسی دربارِ گوہر بار میں
جس جگہ کوئی نہیں تخصیصِ محمودؔ و ایاز

خواجۂ کونین خیر المرسلینؐ کی نذر ہے
یہ کلامِ نعت گویانِ شہِ بیکس نواز

۱۹۸۲ء

انتخابِ نعتِ محبوبِ کریمِ لایزال
ہے یہ سالِ انتخابِ نعتِ سلطانِ حجاز

۱۹۸۲ء

اے قمرؔ! تھوڑی سی تبدیلی سے کہہ دو سالِ طبع
انتخابِ نعتِ محبوبِ کریمِ بے نیاز

۱۹۸۲ء

نتیجۂ افکار سقیم قمرؔ یزدانی

۱۴۰۲ھ